بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۲ | ماہ جون ۲۰۱۴ء مطابق شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ | شمارہ نمبر ۶

مدیر : خلیل الرحمان سجاد نعمانی
E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہ اولیں	مدیر	۳
۲	محفل قرآن	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۵
۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ	۱۱
۴	بچوں کی پرورش	حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی	۲۱
۵	خدارا راہ اعتدال اختیار کریں	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۳۱
۶	معروضات نعمانی	ترتیب وپیشکش: عبدالعلیم	۴۷

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بصیغۂ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے ــــ منیجر

ضروری اعلان

مختلف مقامات میں ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے ذمہ دار حضرات کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں ان مقامات نیز قرب وجوار کے حضرات اُن سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
۱۔ بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	+91-9898610513
۲۔ مالیگاؤں (مہاراشٹرا)	مفتی حسین محفوظ صاحب	+91-9226876589
۳۔ بیلگام (کرناٹک)	مولانا تنویر صاحب	+91-9880482120
۴۔ بیڑ (مہاراشٹرا)	قاسمی بک ڈپو طٰہٰ بک ڈپو الطاف بک ڈپو	+91-9960070028 +91-9326401086 +91-9325052414-9764441005
۵۔ گورکھپور (اتر پردیش)	مکتبہ ناصر	+91-9451846364
۶۔ جالنا (مہاراشٹرا)	محمد اظہر	+91-9225715159

مرتب: یحییٰ نعمانی

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ زرتعاون، برائے ہندوستان: (سادہ ڈاک) عمومی -/Rs.200

☆ سالانہ زرتعاون برائے ہندوستان: (بذریعہ وی پی[1]) عمومی -/Rs.230

[1] اس صورت میں پہلے سے زرتعاون بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ رسالہ وصول کرتے وقت ڈاکیہ کو مطلوبہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے، مگر خیال رہے کہ وی پی نہ وصول ہوئی تو ادارہ کو -/Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے

☆ سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک (بذریعہ ہوائی جہاز) -/20 پاؤنڈ -/40 ڈالر

لائف ممبر شپ: ہندوستان: سادہ ڈاک -/Rs.8000۔

بیرونی ممالک: -/600 پاؤنڈ -/1200 ڈالر۔

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ : Mr. RAZIUR RAHMAN
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ الفرقان
۳۱/۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ۔
پن-۲۲۶۰۱۸ - یو پی، انڈیا۔ فون نمبر:

MonthlyALFURQAN
114/31, NAZIRABAD LUCKNOW
Pin-226018- U.P INDIA
Ph:0522-4079758
e-mail : monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ　بعد ظہر: ۲ بجے سے ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک
اتوار کو آفس بند رہتا ہے ۔۔۔۔۔

خلیل الرحمن سجاد کے لیے پرنٹر پبلیشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ اولیں

مدیر

سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ اپنی جدو جہد میں جتنی کامیابیاں رحمت دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ملتی تھیں وہ سب نئے نئے چیلنجز کا نئے حوصلے، اور نئی حکمت عملی سے مقابلہ کرنے کے نتیجہ میں ملتی تھیں —— اور ہر دم جواں حوصلوں اور مثبت حکمت عملی کی توفیق جوان کو ملتی تھی وہ دراصل ثمرہ ہوتا تھا اس مثبت اور معتدل نفسیاتی وقلبی کیفیت کا جو ایمان واخلاص اور تعلق مع اللہ اور توکل وتقویٰ وانابت کی برکت سے دلوں میں ہمہ وقت جاگزیں رہتی تھی۔

یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

آج ہمارے عوام کا تو ذکر ہی کیا ہم خواص کے دل بھی ان کیفیات سے خالی ہیں، اسی لئے ایک حیرت، سراسیمگی، خوف، اور مایوسی کی سی کیفیت ہر طرف چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔

ہم ہندی مسلمان اس وقت ایک نئے مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو یاد دلائیں کہ اصل مسئلہ ہمارے اپنے کردار کا ہے اگر ہمارے اندر، بالخصوص ہمارے زعماء اور عمائدین کے اندر نیت کا خلوص، اور کردار کی پاکیزگی ہوگی تو ہماری صفوں میں اتحاد ہوگا، اور ہم پوری نیک نیتی کے ساتھ اور صحیح حکمت عملی کے تحت اجتماعی وسیاسی میدانوں میں سرگرم عمل ہوں گے۔ اور پھر کوئی پارٹی اور کوئی حکومت ہمیں ایک مضبوط قوم بننے سے نہیں روک سکے گی —— اصل مسئلہ یہ ہے ہی نہیں کہ فلاں پارٹی آجائے یا فلاں پارٹی نہ آئے اصل مسئلہ تو خود ہمارے اپنے حقیقی مقاصد اور ہمارے اپنے کردار کا ہے۔ اگر حال یہی رہا کہ ہر ایک کو اپنے ذاتی مفادات ہی عزیز رہے، اور ہمارے قائدین اور ہماری جمعیتوں کا صرف یہی طرز عمل رہا کہ کسی آسمانی یا کسی زمینی آفت کے انتظار میں یا کسی بے گناہ کو دہشت گردی کے الزام میں گرفتار ہو کر جیل میں ٹھونس دئے جانے کے انتظار میں بیٹھے رہیں اور جب ایسا کوئی واقعہ پیش آجائے تو پھر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے لئے ہاتھ پیر مارنا شروع کریں —— تو ظاہر ہے کہ اس طرز عمل سے قوم کی اجتماعی کمزوری وبدحالی میں کوئی فرق نہیں آئے گا —— بلکہ ادھر کے حوصلے پست سے پست اور اُدھر کے بلند سے بلند تر ہوتے جائیں گے۔

الیکشن سے ٹھیک پہلے ہمارے ملک کے ممتاز صاحب دل، صاحب قلم عالم دین مولانا محمد عبد القوی

صاحب کو جس طرح خفیہ ایجنسیز کے ذریعہ ''دہشت گردی'' جیسے سنگین الزام کے تحت گرفتار کیا گیا تھا، وہ ایک ایسا چیلنج تھا جس کو ایک زبردست ''موقع'' میں تبدیل کیا جا سکتا تھا، اور اس کے حوالے سے پورے ملک کے مسلمانوں اور دوسرے انصاف پسند عوام کو آواز دی جا سکتی تھی ——

بہر حال یہ ناچیز راقم الحروف ان تمام کوششوں کے اعتراف کے ساتھ جو مظلوم گرفتار شدگان کے لئے ہماری جماعتیں بالخصوص جمعیۃ علماء ہند کے دونوں دھڑے انجام دے رہے ہیں، دونوں کے قائدین سے اور دیگر تمام جماعتوں اور تنظیموں کی قیادت سے بصد احترام یہ گذارش کرتا ہے کہ باہم سر جوڑ کر بیٹھیں، اور مسلمانان ہند کو موجودہ بے وزنی اور انتشار سے نکالنے کے لئے ایک ٹھوس اور مستحکم حکمت عملی کے تحت مخلصانہ اجتماعی جدو جہد کا اغاز کریں۔ ورنہ حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔ اور پھر کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔

یہ ناچیز اپنے محترم قارئین سے تمام مظلوموں اور بے گناہوں، بالخصوص علماء کرام کی جلد اور باعزت رہائی کے لئے دعاؤں کے اہتمام کی بھی گذارش کرتا ہے —— شعبان اور رمضان کے یہ مہینے خاص طور پر رجوع الی اللہ اور دعاؤں کے اہتمام کے مہینے ہیں۔ ان دنوں میں اپنے دل کی کیفیت کو بہتر بنانے کی طرف بھی بھرپور توجہ کریں۔ کہ اگر ہمارے دلوں کی کیفیت درست ہوگئی تو ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کرنا آسان ہوگا، اسی جانب تو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾

''ہمت مت ہارنا، غم میں مبتلا مت ہونا، اگر تم مؤمن ہو گے تو تم ہی سر بلند ہو گے''

اپنے احباب سے ایک نجی گذارش

کافی تردد اور ہچکچاہٹ کے بعد اپنے مخلص احباب اور کرم فرماؤں سے ایک خاص گذارش کرنے کے لئے یہ سطریں لکھ رہا ہوں —— امید ہے کہ غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

آپ واقف ہوں گے، گذشتہ تقریباً سات سال سے اپنے بعض بزرگوں کے ایماء پر یہ عاجز اپنے وطن سے دور مہاراشٹر کے ایک گمنام اور پس ماندہ علاقے میں فروکش ہے، یہاں دو ادارے اللہ کی توفیق سے چل رہے ہیں —— ایک **معہد الامام ولی اللہ الدہلوی للدراسات الاسلامیہ**، اس ادرے میں وہ نو جوان علماء داخلہ لیتے ہیں جو ہمارے مرکزی دینی اداروں سے فارغ ہوتے ہیں، وہ عمر کے اس مرحلے میں ہوتے ہیں جبکہ مزید دو سال طالب علم کی زندگی گزارنا ان کے لئے آسان نہیں ہوتا، مگر وہ اپنی علمی اور عملی ترقی کی بہت اعلی توقعات لے کر اور بہت اچھے عزائم اور حوصلوں کے ساتھ قربانی دیکر (بقیہ صفحہ ۴۶ پر)

محفل (۱۳۸) سورۃ المائدہ (۱۶)

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہٗ

کعبہ کے احترام والے احکام سے اللہ کو دیکھنا ہے کہ کون اُس سے ڈرتا ہے
رسول کا کام بس یہ ہے کہ پہنچادے اور عمل کو دیکھنے والا اللہ ہے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُہٗۤ اَیْدِیْکُمْ
وَرِمَاحُکُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَہٗ
عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ
قَتَلَہٗ مِنْکُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْکُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ
مِّنْکُمْ ھَدْیًۢا بٰلِغَ الْکَعْبَۃِ اَوْ کَفَّارَۃٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِکَ صِیَامًا
لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِہٖ ؕ عَفَا اللّٰہُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰہُ مِنْہُ ؕ
وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُہٗ مَتَاعًا لَّکُمْ
وَلِلسَّیَّارَۃِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْۤ
اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّھْرَ
الْحَرَامَ وَالْھَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِکَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ
وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ
وَمَا تَکْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ
الْخَبِیْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ

اے ایمان والو اللہ تمہاری آزمائش کرے گا ایسے کچھ شکار سے کہ تمہارے ہاتھوں اور تیروں کی پہنچ میں ہو۔ تاکہ اللہ دیکھے کہ کون اس سے بِن دیکھے ڈرتا ہے۔ سو جو کوئی حد سے اس (تنبیہ) کے بعد نکلا تو اس کے لئے دردناک سزا ہے (۹۴) اے ایمان والو مت شکار مارو اس حالت میں کہ تم اِحرام میں ہو۔ اور جو کسی نے جان بوجھ کر اسے مارا تو اس کا بدلہ ہے اسی قسم کا جانور جو اس نے مار دیا۔ جس کا فیصلہ کریں گے دو معتبر شخص تم میں کے ،بطور نیاز پہنچائے جانے کو کعبہ میں، یا پھر کفارہ، وہ مسکینوں کا کھانا ہو یا اس کے مساوی روزے تاکہ بھگتے عذاب وہ اپنے کئے کا۔ (اور) جو پہلے ہو گیا ہے اسے اللہ نے معاف کیا ۔لیکن جو کوئی پھر ایسا کرے گا تو اس سے اللہ انتقام لے گا۔ اور اللہ زور والا حکمت والا ہے (۹۵)

حلال رکھا گیا ہے تمہارے اور قافلہ والوں کے لئے بحری شکار اور اس کا کھانا بطورِ زادِ راہ۔ اور حرام تم پر کیا گیا ہے خشکی کا شکار جب تک کہ تم اِحرام میں ہو۔ اور اللہ (کی ناراضگی) سے ڈرو جس کے حضور تم جمع کئے جاؤ گے۔ (۹٦) اللہ نے کعبہ کو، کہ حرمت والا گھر ہے، بنایا ہے لوگوں کے قیام و بقاء کا مدار) نیز حرمت والے مہینوں اور ہدی کے جانوروں اور گلے میں پٹے والے جانوروں کو۔ یہ اس لئے کہ تم جانو کہ اللہ وہ سب جانتا ہے جو زمین و آسمان میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے (۹۷) جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے اور بہت معاف فرمانے والا رحم فرمانے والا بھی (۹۸) رسول کے ذمہ کچھ نہیں مگر بس پہنچا دینا۔ اور اللہ وہ سب جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو (۹۹) کہہ دو (اے رسول کہ) برابر نہیں ہو سکتا ہے ناپاک اور پاک ،اگرچہ ناپاک کی کثرت تمھیں لبھایا کرے۔ پس ڈرو اللہ سے اے عقل والو، تاکہ فلاح پاؤ۔ (۱۰۰)

ربطِ کلام

سورہ کی پہلی ہی آیت میں مویشی جنس کے تمام جانور حلال بتاتے ہوئے یہ ممنوع قرار دیا گیا تھا کہ حج یا عمرہ کے سفر میں بحالتِ اِحرام مکہ جا رہے ہوں اور راستہ میں ایسا کوئی جانور ملے تو شکار کر لیا جائے۔ (یاد رہے کہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب خشکی کی راہ سے سفر کرنے والوں کو بیابانوں کوہستانوں کی مسافت قطع کرنا ہوتی تھی، اور راہ میں ڈاریں کی ڈاریں ان وحشی جانوروں کی ملتی تھیں۔) الغرض حالتِ اِحرام میں شکار

ممنوع ٹھیرایا گیا تھا۔ کیونکہ یہ بات جامۂ احرام کی حرمت، اس مقدس سفر کی حرمت اور سفر کی منزلِ مقصود کعبہ محترم کی حرمت کے خلاف تھی۔ لیکن وہاں بات ایک ضمنی انداز میں بہت مختصراً آئی تھی۔ اسی سلسلہ کی یہ ضروری تفصیل ہے جو بعد میں اوپر کی آیتوں میں سفرِ حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی۔ اور یہی پہلا موقع تھا کہ مسلمان عمرہ کی نیت سے مکہ کے سفر میں نکل رہے ہوں۔ اور اس میں وہ بحالتِ احرام بکثرت ایسے جانور اپنے سامنے پاسکتے تھے جو شکار کئے جاتے ہیں۔

حالتِ احرام میں اگر کوئی شکار کر بیٹھا؟

پس اوّلاً فرمایا: اے ایمان والو اس سفر میں تم شکار کے حوالہ سے آزمائے جاؤ گے، شکاری جانور تمہارے دائیں بائیں ایسے پھرتے بھی ملیں گے کہ تیر کمان کیا ہاتھ ہی کی زد میں ہوں۔ اللہ اس آزمائش میں دیکھے گا کہ کون بن دیکھے اس سے ڈرتا اور شکار کرنے سے باز رہتا ہے۔ اور جو کوئی آزمائش میں پورا نہ اترا وہ سخت عذاب کا سزاوار ہوگا۔

یہاں سورہ کی آیت (۴) کے ضمن مین گزری ہوئی یہ بات یاد کرلینی چاہئے کہ جو قبیلے خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے وہ بیشتر شکار ہی سے اپنی خوراک حاصل کیا کرتے تھے۔ اور ویسے بھی ہتھیار رکھنے والی قومیں عموماً شکار کی عادی ہوتی ہیں۔ پس ہاتھ کے داؤ شکار آیا ہوا ہو تو ایک عادی شکاری یا شوقین کی طبیعت بےچین ہوکر لپکے گی اور یہ حکمِ ممانعت بڑا امتحان اس کے لئے ہوگا۔ ایسا امتحان ہو تو بندہ بغیر ارادۂ خلاف ورزی فیل بھی ہوسکتا ہے۔ پس اللہ نے اپنے کرم سے اس کا مداوا بھی رکھدیا ہے۔ فرمایا: **وَمَنۡ قَتَلَهٗ مِنۡكُمۡ مُّتَعَمِّدًا** ۔۔۔ اور جو کوئی تم میں بالارادہ (یعنی بغیر یہ بھولے ہوئے کہ وہ حالتِ احرام میں ہے) کوئی جانور مار بیٹھا تو اس کا کفّارہ اسی جیسے جانور (یعنی پالتو جانور) سے ادا کرنا اس کے ذمہ ہوگا، اور یہ جانور کعبہ کی نذر کے طور پر وہاں پہنچایا جائے گا۔ یا جانور نہیں تو اس کی قیمت کا جو فیصلہ دو معتبر اشخاص کردیں اس سے مساکین کو کھانا دینا ہوگا، یا اتنے روزے رکھنا ہوں گے جتنے مساکین کو اس قیمت سے کھانا کھلایا جاسکتا تھا۔ (اور مسکین کے کھانے کی شرعی مقدار وہ ہے جو فطرہ کی مقررہ مقدار ہے) آگے فرمایا: سابق میں اگر کسی سے قصداً یہ کام ہوا وہ معاف ہے۔ البتہ اب اس سخت انتباہ کے بعد جو کوئی بالا رادہ ایسا کرے گا تو وہ اللہ کو انتقام کی دعوت دے گا۔ سابق سے غالباً یہ مطلب کہ مجمل حکم کی اس تفصیل سے پہلے۔

حج کے بحری سفر میں شکار ممنوع نہیں

یہ حکم جو مویشی جنس کے جانوروں کا حوالہ رکھتا ہے خشکی کے سفر والوں کے لئے ہی ہوسکتا تھا۔ رہے وہ لوگ جن کو یہ سفر پانی کی راہ سے طے کرنا ہوتا تھا ان کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ فرمایا گیا: اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعاً لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَةِ۔۔۔۔ یعنی اس سفر میں بحری جانور سامنے آئیں تو ان کا شکار حلال ہے۔ خشکی کے سفر اور اس بحری سفر کے حکم میں فرق کی بنیاد کی طرف ایک اشارہ ''متاعاً لَّکُمْ'' کے الفاظ میں نظر آتا ہے۔ ''متاع'' قابلِ استفادہ چیز کو کہا جاتا ہے۔ پس اس حِلّت کی علت یا مصلحت کے طور پر اس لفظ کا لایا جانا اشارہ کر رہا ہے کہ بحری سفر کے مسافروں کو اس اجازت کی قابلِ لحاظ ضرورت ہوسکتی تھی۔ اور غور کیا جائے تو بات صاف ہے کہ یہ مسافر خشکی کے مسافروں کی طرح نہ تھے کہ زادِ راہ کم پڑ جائے تو ادھر اُدھر دوڑ بھاگ کر کے کہیں سے حاصل کر لیں۔ پس ان کو اجازت کی ضرورت تھی کہ شکار کر کے زادراہ بنالیں اور حسب ضرورت کھائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس اجازت کا اعلان کرتے ہوئے خشکی والے سفر کی بابت پھر یاد دہانی فرمائی جارہی ہے کہ اُس کے حکم میں اِس سے کوئی نرمی کہیں نکال لیں۔ فرمایا: وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُماً۔۔۔ (رہا برّی سفر سو وہ احرام اُترنے تک علیٰ حالہٖ حرام ہے۔ پس اللہ کے سامنے حضوری اور جوابدہی سے غافل نہ ہوجانا۔)

کعبہ کی حرمت کے احکام کا راز

احرام کی یہ حرمت، اس کا یہ تقدّس اس کی ذاتی چیز نہ تھی، یہ سب کچھ کعبہ، بیت اللہ الحرام، سے اس کی نسبت کی بدولت تھا۔ اسی کعبہ کی عظمت کے اظہار میں اب فرمایا جارہا ہے، (تاکہ معاملہ کی اہمیت کا بھرپور احساس ہو) کہ جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ۔۔۔۔ اللہ کا یہ مقدس گھر، کعبہ وہ شئ ہے کہ انسانی دنیا کی بقا اللہ نے اس پہ منحصر کر دی ہے۔'' پس کیا کچھ نہ اس کی عظمت کے تقاضے ہونے چاہئیں؟ نیز ماہِ حرام اور ہدی اور قلائد کے احترام کا جو حکم اسی ضمن میں ہے (جو سورہ کے شروع ہی میں ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَائِرَ اللّٰہِ۔۔۔ کے الفاظ سے گزرا) وہ بھی اسی مصلحت کے ماتحت ہے۔

آیت میں آئے ہوئے لفظ قیاماً کا مطلب سمجھنے کے لئے سورۂ نسآء کی آیت (۵) وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیٰمًا۔۔۔ کا یاد دلانا مفید ہوگا، جہاں فرمایا گیا کہ اللہ نے مال کو انسانی زندگی کے ذرائع واسباب میں وہ جگہ دی ہے کہ اس کے بغیر زندگی کی گاڑی نہیں چلتی۔ مال کو

یہ حیثیت اصلاً انسانی زندگی کے چند روزہ مادّی رُخ کے اعتبار سے حاصل ہے۔ جبکہ کعبہ، اُس توحید کا منبع و محافظ ہے کہ دنیا میں اخلاقی و روحانی زندگی کا چراغ جہاں کہیں روشن ہے وہ براہِ راست یا بالواسطہ اسی کا فیض ہے اور یہ توحید جس دن دنیا سے اُٹھ گئی، وہ دن اس دنیا کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ اور مادی اعتبار سے بھی ''رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِناً وَّارْزُقْ اَھْلَہٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ'' کی دعائے ابراہیمی سے جو تحفظ جزیرۃ العرب کو ملا اسے کون نہیں جانتا؟

احکام کی پاسداری کے لئے تنبیہ

آگے ارشاد ہے: ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ ۔۔۔۔ (یہ اس لئے کہ تم جانو کہ اللہ کا علم زمین و آسمان کی ہر شئ پر حاوی ہے۔۔۔۔۔) اس فقرہ میں ''یہ اس لئے'' کا اشارہ دو امکان رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ کعبہ کے بارے میں جو فرمایا گیا یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے مطابق گویا فرمایا جارہا ہے کہ کعبہ اور اس سے منسوب چیزوں کی عظمت کا یہ راز، کہ ان سے انسانی دنیا کا قیام ہے، تمہیں یہ سمجھانے کو کافی ہونا چاہئے کہ اس کائنات اور اس میں کی انسانی زندگی کی موت و حیات کا ہر بھید اللہ پر روشن ہے۔ تبھی تو وہ جان سکتا تھا کہ اس کی بقا کے لئے کس انتظام کی ضرورت ہے۔ دوسرا امکان یہ کہ ہوسکتا ہے اشارہ ان احکام کی طرف ہو جو ان محترم چیزوں کے حوالہ سے اوپر دئے گئے ہیں۔ یعنی فرمایا گیا کہ ان احکام سے اور ان کے سلسلہ میں کوتاہی پر دی گئی گرفت کی آگاہی سے تمھیں یہ اندازہ ہونا چاہئے کہ اللہ سے اس عالم کی کوئی چیز چھپ کے رہنے والی نہیں ہے۔ ان دونوں ہی مفاہیم کے اشارے اربابِ تفسیر کے یہاں ملتے ہیں، واللہ اعلم عند اللہ۔

اس فقرہ میں تنبیہ تھی لیکن ملفوف، آگے اس کو بالکل واشگاف کرنے کے لئے ارشاد ہوا ہے: اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۸﴾ پس اب جس کو اللہ کی سخت گرفت کا مزہ چکھنا ہو وہ احکام سے لاپروائی کرے، اور جسے اس کی غفاری و رحیمی کی طلب ہو وہ اطاعت پہ کمر بستہ ہو۔

تنبیہ بر تنبیہ

اسی سلسلہ میں مزید ارشاد ہوا ہے: مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ رسول کا کام بس ہماری بات پہنچا دینا ہے۔ باقی یہ دیکھنا اللہ کا کام ہے کہ تم کرتے کیا ہو۔ اور وہ

باخبر و باعلم ہے۔ یہ تنبیہ بر تنبیہ کچھ ضرورت سے زیادہ نہیں ہے۔ کعبہ کا جو مقام دنیائے انسانیت کے حوالہ سے بتایا گیا اسے پوری طرح سمجھا جائے تو اہلِ ایمان کی خیر خواہی میں حق نظر آئے گا کہ کوئی دقیقہ اس بارے میں ان کو متنبہ کرنے سے اٹھا کر نہ رکھا جائے۔ پس یہ محض اللہ رب العزّت کی رحیمی ہے۔ اور یہی تو وہ چیز ہے جس کے لئے قرآن بار بار کہتا ہے: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا (اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے اپنی باتوں کو دُہرا کے کہا ہے تاکہ لوگ سمجھیں۔ الاسراء ۱۷:۴۱)

ناپاکی ناپاکی ہی ہے خواہ کیسی ہی رواج میں آجائے!

آخری آیت ہے۔ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ۔۔۔۔۔۔ (کہو اے پیغمبر کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہیں، ہر چند کہ کثرت ہونا پاک کی اور وہ تمھیں لُبھائے۔ پس ڈرو اے عقل والو اللہ سے تاکہ فلاح پاؤ) پاک اور ناپاک، خراب اور عمدہ کا فرق وہ چیز ہے جسے آدمی فطرۃً محسوس کرتا ہے۔ علیٰ ہٰذا مؤمن ہے تو حلال حرام میں فرق جانے گا۔ لیکن حرام کی کثرت دیکھے اور دیکھے کہ لوگ کیا عیش اس حرام پر کر رہے ہیں اور کیا لطف یہ حرام لوگوں کو دے رہا ہے تو دل فرق کو بھولنے کی طرف چلنے لگتا ہے۔

اوپر حلال حرام، پاک ناپاک کے عند اللہ فرق کا بیان مختلف حوالوں سے آتا رہا ہے، بظاہر اسی فرق کی یاد دہانی یہاں اس انسانی کمزوری کے پیشِ نظر ایک اصولی پیرایہ میں میں فرمائی گئی ہے کہ دنیا کے ہر معاملہ اور اس کی ہر چیز میں یاد رکھنا چاہئے کہ بھلائی پاک اور صاف ہی میں ہے اور اسی پر قانع رہنا چاہئے اگر چہ قلیل ہو اور ناپاک و خراب سے بچنا اور اس کو رد کرنا ہی چاہئے اگر چہ ہر طرف اس کی بہتات دل کھینچنے لگتی ہو۔ یہ چیزوں اور اشخاص ہی کے سلسلہ کی رہنمائی نہیں ہے اس میں عمل، طرزِ عمل اور رویّہ ہر چیز آجاتی ہے۔ لیکن یہ باتیں کتنی ہی صاف، بے غبار اور عاقلانہ ہوں چلن دنیا میں عام طور پر ناپاک اور خبیث ہی کا ہوتا ہے۔ اس عاقلانہ بات پہ عمل کے لئے اللہ کے حضور جوابدہی کا ڈر چاہئے۔ یہی بات آخر میں گرہ باندھنے کو فرمائی گئی ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰

☆☆☆

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات

تاریخ اور سیرت کی روایات کے علاوہ صحیح احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے روشن معجزات کا ذکر ہے، اور وہ چیزیں اتنی مشہور ہیں کہ آپ سب حضرات ان کو یقیناً جانتے ہوں گے، اس لئے یہاں میں ان کے ذکر کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، وہ سب اب تاریخی باتیں ہیں، اور اس وقت کی دنیا کے سامنے نہیں ہیں —— میں یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس زندہ جاوید معجزے کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں جو اس وقت اپنی اسی اعجازی شان کے ساتھ زندہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل دے رہا ہے، جس شان کے ساتھ وہ اب سے تقریباً ساڑھے تیرہ پونے چودہ سو برس پہلے ظاہر ہوا تھا یعنی **"قرآن مجید"**۔

قرآن مجید بحیثیت معجزہ

اگرچہ اتنی بات اجمالی طور پر ہر مسلمان جانتا ہے اور اس پر عقیدہ رکھتا ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے، لیکن میں اس وقت آپ کے سامنے اس کی کچھ تفصیل کرنا چاہتا ہوں۔

اعجاز قرآن کے چند عام فہم پہلو

قرآن پاک بہت سے پہلوؤں سے معجزہ ہے، لیکن میں اس وقت صرف ان پہلوؤں کو بیان کرنا چاہتا ہوں جن کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور جن پر غور کر کے ہر منصف مزاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا یقین آج بھی حاصل کرسکتا ہے۔

قرآن پاک کی معجزانہ محفوظیت

میں سب سے پہلے قرآن پاک کی محفوظیت کو لیتا ہوں، یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ قرآن مجید کے زیادہ تر مضامین وہ ہیں جن سے اس دور کے اہل عرب ناواقف اور نامانوس تھے، پھر اسکی زبان اگرچہ عربی

ہے، لیکن ان کی عام بول چال والی عربی اور ان کی شاعری خطابت کی زبان سے بھی بہت زیادہ ممتاز اور نرالی ہے، یہاں تک کہ جاننے والے اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حدیث کی یعنی خود رسول اللہ ﷺ کی زبان اور قرآن مجید کی زبان اور طرز بیان میں بھی بہت بڑا فرق ہے، ان وجوہ سے قرآن مجید کا حفظ کرنا اہل عرب کے لئے بہت زیادہ آسان نہ تھا، پھر قرآن لکھے ہوئے صحیفے کی شکل میں نازل نہیں ہوا، بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل کیا گیا، پھر چونکہ عرب میں اس وقت نوشت وخواند کا عام رواج نہ تھا، اس لئے ایسا بھی نہیں ہوا کہ اس کے متعدد نسخے ساتھ ساتھ تیار ہوتے رہے ہوں، انتہا یہ ہے کہ خود حضور ﷺ لکھنا پڑھنا بالکل نہیں جانتے تھے، اس لئے آپ نے قران مجید کی کبھی ایک آیت بھی قلمبند نہیں کی، اور اگر کبھی کسی دوسرے نے کوئی آیت یا سورت لکھی تو آپ خود اس کو ملاحظہ فرما کے اس کی تصحیح نہیں فرما سکتے تھے، پھر وہ دو چار ورق کا کوئی چھوٹا سا صحیفہ نہیں بلکہ اچھی خاصی ضخیم کتاب ہے ان سب تاریخی حقیقتوں کو سامنے رکھ کر سوچا جائے کہ جس کتاب کی یہ تاریخ اور یہ سرگزشت ہو اس کا چودہ سو برس تک اس طرح محفوظ رہنا کہ مشرق ومغرب ،عرب وعجم، یورپ وایشیاء، افریقہ وامریکہ، ہر جگہ کے مسلمانوں کے پاس ایک ہی قرآن ہے، جس میں اول سے آخر تک، ایک آیت بلکہ ایک حرف کا بھی فرق نہیں ہے، تو انصاف پسندوں کے لئے سوچنے کی بات ہے کہ کیا یہ اس بات کی روشن دلیل نہیں ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے، اور صرف اللہ کی قدرت نے اس کو اس طرح محفوظ رکھا، ورنہ اس عالم میں جو ہر قسم کے انقلابات اور تغیرات کی آماجگاہ رہا ہے، اس کو اس طرح محفوظ نہ رہنا چاہئے تھا، اسی لئے قرآن کے سوا کسی اور کتاب کا کوئی نام نہیں بتا سکتا جس کی ایسی تاریخ اور سرگزشت ہو، اور پھر وہ ایسی محفوظ ہو۔

اس کی معجزانہ علمی شان

قرآن مجید کے اعجاز کا دوسرا پہلو اس کی معجزانہ علمی شان ہے، آپ اس پر یوں غور کیجئے کہ قرآن مجید کو خدا کی کتاب بتلاتے ہوئے ایک ایسے شخص نے دنیا کے سامنے پیش کیا جو زندگی کے کسی ایک دن میں بھی کسی مدرسہ کا طالب علم نہیں رہا، بلکہ ایک ایسی بستی میں پیدا ہوا جس میں کوئی مدرسہ اور مکتب نہ تھا، نہ علمی چرچے تھے ،نہ علمی صحبتیں تھیں، نہ تحصیل علم کے لئے وہ کہیں باہر گیا، وہ اپنی عمر کے چالیسویں سال تک علوم ومعارف سے اسی طرح بیگانہ، اپنی سادہ فطرت پر ایک نہایت شریف اور سچا انسان تھا، عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر اچانک اس کی زندگی اور اسکے طرز عمل میں ایک غیر معمولی تبدیلی ہوئی، اور اس نے بتایا کہ اللہ نے اس کو نبوت

سے سرفراز کیا ہے، اور اس پر وحی آتی ہے، اب اس نے اپنی بستی والوں کو قرآن مجید سنانا شروع کیا، اور کہا کہ یہ میرا نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے، وہی کلام قرآن مجید کے نام سے ہمارے سامنے موجود ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ اس میں اللہ کی توحید اور ذات وصفات کے متعلق جو کچھ دنیا کو بتایا گیا وہ بلاشبہ علم ومعرفت کا آخری نقطہ ہے، اور اس بارے میں ہم پوری علمی دنیا کو چیلنج کر سکتے ہیں، پھر اس میں مشکل سے مشکل مسائل کو مثلاً آخرت اور حشر نشر کو جس طرح سمجھایا گیا ہے وہ تفہیم واستدلال کا عجیب وغریب نمونہ ہے، اسی طرح اس میں جو اخلاقی نصیحتیں ہیں کسی بڑے سے بڑے حکیم اور معلمِ اخلاق کی نصیحتیں اس سے بہتر بلکہ اس درجہ کی نہیں دکھلائی جاسکتیں، پھر اس میں جو قانون ہے انسانوں کے لئے اس سے بہتر قانون نہ آج تک وضع ہوا ہے، نہ وضع ہوسکتا ہے۔ ہم اس مسئلہ پر بھی دنیا کو چیلنج کر سکتے ہیں کہ انسانوں کی فطرت کے لئے کوئی قانون بھی قرآن مجید کے پیش کردہ قانون سے بہتر وضع نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح عبادات کا جو نظام قرآن مجید میں انسانوں کے لئے پیش کیا گیا ہے اگر دنیا بھر کے سوچنے والے بھی سوچیں تو ہرگز اس سے بہتر نہیں سوچ سکتے، صرف نماز ہی پر غور کیا جائے اور اس کی ترتیب اور اس کے اذکار میں تفکر اور تدبر کیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے اور اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ یہ نسخۂ کیمیا ہرگز ایک امی انسان کا تصنیف کیا ہوا نہیں ہوسکتا —— بہرحال قرآن مجید کے اعجاز کا یہ ایک نہایت عام فہم پہلو ہے کہ اس میں جو علوم ومعارف اور نصائح اور قوانین ہیں اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق جو تعلیمات اور ہدایات ہیں ان کو ہرگز عرب کے ایک ایسے امی کی دماغی محنت اور سوچ فکر کا نتیجہ نہیں کہا جاسکتا جس نے نہ کبھی کوئی کتاب پڑھی نہ کسی پڑھے لکھے آدمی کی کبھی اسے صحبت ملی —— ایک ایسے سادہ فطرت امّی کے ہاتھوں سے قرآن مجید جیسے علمی شاہکار کا ملنا علمی دنیا کی نگاہ میں مردوں کو جلانے اور اندھوں کو بینا کرنے سے بھی بڑا معجزہ ہے، اور آپ کو یہ زندہ جاوید علمی معجزہ اسی لئے دیا گیا کہ آپ کا دور علمی روشنی کا دور ہے، پہلی دنیا عجیب باتوں اور محیر العقول کرشموں سے زیادہ متاثر ہونے والی تھی، اور ہماری یہ دنیا، خاص طور سے ہمارا یہ دور علوم وفنون کا دور ہے، اور اس زمانہ میں علوم کی قیمت اور وقعت عملی کرشموں سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔

قرآن پاک کی معجزانہ فصاحت وبلاغت

قرآن پاک کے اعجاز کا ایک مشہور عام پہلو یہ بھی ہے کہ فصاحت اور بلاغت میں وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے اور اس جیسا فصیح وبلیغ کلام پیش کرنے سے دنیا ہمیشہ عاجز رہی ہے اور عاجز رہے گی —— یہ بات

صرف خوش عقیدگی کی نہیں ہے، بلکہ یہ بالکل سچی حقیقت ہے، عربی زبان وادب کے بیشمار قدیم وجدید نمونے دنیا میں موجود ہیں، مصنفوں کی تصنیفیں ہیں، خطیبوں کے خطبے ہیں، شاعروں کے کے قصیدے اور ان کے دیوان ہیں اسی طرح اخلاق پر، تاریخ وسیر پر، قانون پر اور دوسرے موضوعات پر مختلف زمانوں کی لکھی ہوئی عربی کتابیں کتب خانوں میں بھری پڑی ہیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے بڑے ہزاروں ارشادات اور آپ کے ممتاز صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خطبات اور ملفوظات، احادیث وآثار کی کتابوں میں محفوظ ہیں ـــــ قرآن مجید کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کو ان سب نمونوں کے ساتھ رکھ کر دیکھا جائے، ہر عربی داں کو بالکل بدیہی طور پر محسوس ہوگا کہ قرآن مجید کا اسلوبِ بیان ان سب سے الگ، سب سے ممتاز اور سب سے بالاتر ہے۔

میں آپ کے سامنے اسی زمانہ کے ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں، اس سے انشاء اللہ آپ حضرات بھی قرآن مجید کے اس اعجازی پہلو کو کسی حد تک سمجھ سکیں گے ـــــ شائد آپ نے علاّمہ طنطاوی جوہری کا نام سنا ہو، یہ ہمارے اسی زمانہ کے ایک مصری عالم ہیں، ''جواہر القرآن'' کے نام سے ان کی ایک تفسیر ابھی چند برس ہوئے مصر سے شائع ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید مغربی علوم خصوصاً سائنس اور فلسفہ پر ان کی بڑی نظر ہے، اور طبیعیات کے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے ہی ماہر ہیں، انہوں نے خود اپنا یہ واقعہ لکھا ہے کہ میں جرمنی میں تھا، ایک دن وہاں کے چند مستشرق دوستوں کے ساتھ (یعنی عربی زبان اور عربی علوم سے دلچسپی رکھنے والے چند جرمن فضلاء کے ساتھ) بیٹھا ہوا تھا، ان میں سے ایک ممتاز فاضل نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ بھی عام مسلمانوں کی طرح قرآن کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ عربیت اور فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں میں اس پر یقین رکھتا ہوں، اس نے بڑی حیرت کا اظہار کیا اور کہا میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم جیسا صاحب علم اور روشن خیال آدمی بھی ایسا عامیانہ خیال رکھتا ہوگا ـــــ ں نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات ہے یہ تو علمی مسئلہ ہے، اور ابھی اس کا امتحان ہوسکتا ہے، میں ایک بات کہتا ہوں، آپ سب حضرات خوب غور وفکر کر کے اس کو فصیح وبلیغ عربی میں ادا کریں ـــــ لیجئے وہ بات یہ ہے کہ ''جہنم بیحد وسیع ہے'' ان سب نے دیر تک غور وفکر کر کے چند جملے بنائے:۔

''ان جھنم لو سیعة''　　''ان جھنم لفسیحة''

اور اس سے ملتے جلتے چند اور جملے ـــــ اور میرے سامنے رکھ دئے ـــــ میں نے کہا کہ اور محنت کر لیجئے، اور جتنا جی چاہے وقت لے لیجئے، لیکن انہوں نے کہا کہ ہم اپنی محنت اور غور وفکر ختم کر چکے ـــــ اس

کے بعد میں نے کہا کہ اب ذرا دیکھئے قرآن مجید نے اسی مضمون کو کس طرح ادا کیا ہے —— ارشاد ہے

''يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴿۳۰﴾''

اوراس دن جبکہ ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کیا اور کچھ بھی ہے؟

علامہ طنطاوی لکھتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے سورہ قٓ کی یہ آیت پڑھی، چونکہ وہ عربی دان اور سخن شناس تھے اُچھل پڑے، اورانہوں نے اپنی رانیں پیٹ ڈالیں، اور اقرار کیا کہ بیشک ہم عاجز رہے۔

بہر حال کسی منصف مزاج عربی داں کو اس میں قطعاً شک نہیں ہوسکتا کہ قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے، اور وہ ہرگز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے کسی ایسے امّی انسان کی تصنیف نہیں ہوسکتا جسکو فن شعور وخطابت سے بھی کبھی کوئی تعلق نہ رہا ہو۔

ان سب پہلوؤں سے قرآن مجید آج بھی معجزہ ہے

قرآن پاک ان سب پہلوؤں سے جس طرح اب سے پونے چودہ سو برس پہلے کی دنیا کے لئے معجزہ تھا، بالکل اسی طرح وہ آج کی دنیا کے لئے بھی معجزہ ہے، اور ہم اس کو ہاتھ میں لیکر ساری دنیا کو پکار کر کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت چونکہ قیامت تک کے لئے ہے، اس لئے اللہ تعالی نے آپ کے اس معجزہ کو بھی قیامت تک باقی اور روشن رکھنے کا فیصلہ کیا ہے، اور ختم دنیا تک پیدا ہونے والے سب انسانوں کے لئے یہ اللہ کی حجّت ہے، جس کو کوئی شکوک وشبہ ہو وہ ذرا سے غور وفکر سے کام لیکر اطمینان حاصل کرسکتا ہے۔ اور صداقت اور سچائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے، اس کے بعد بھی جو لوگ سوچنا اور دیکھنا نہیں چاہتے وہ وہی ہیں جنھیں اپنے اللہ کو راضی کرنے کی اور اپنے انجام کی کوئی فکر نہیں ہے، اس لئے ان کا انجام جہنم کے ابدی عذاب کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دوسرا زندہ تاریخی معجزہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسی طرح کا ایک اور عام فہم اور زندہ تاریخی معجزہ وہ محیر العقول روحانی اور ایمانی انقلاب ہے جو آپ کے ذریعہ دنیا میں برپا ہوا تھا اور تاریخ نے اس کو بعد والوں کے لئے ہمیشہ کے واسطے پوری طرح محفوظ کرلیا ہے —— اسلام کی اور عرب کی تاریخ جاننے والے دوست دشمن سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں کی دینی، اخلاقی اور تہذیبی حالت کیا تھی، وہ اللہ سے کتنے بے تعلق اور مرنے کے بعد والی زندگی سے کتنے بے فکر تھے، ان میں کس درجہ وحشت اور جہالت تھی، لڑائی بھڑائی، لوٹ مار

قتل وغارت، بے حیائی اور بے شرمی، قمار وشراب، ظلم وجفا، اور اسی طرح کے دوسرے فواحش ومنکرات ان میں کس قدر عام تھے ——— پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف چند سال کی دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت نے ان کی کیسی کایا پلٹی، وہ کیسے خدا پرست بن گئے، ان پر فکر آخرت کا کتنا غلبہ ہوگیا وہ کیسے مہذب اور حسن اخلاق کا کتنا اعلیٰ نمونہ بن گئے، انصاف اور رحم دلی میں وہ دنیا سے کتنے ممتاز ہوگئے ——— اور اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی دو شہنشاہیوں روم اور فارس کو زیر کر کے ان کے تخت وتاج کا وارث بن جانے کے بعد بھی وہ کیسے خدا پرست اور خدا ترس بنے رہے۔

تاریخ نے عرب کے اس روحانی اور ایمانی انقلاب کی پوری تفصیلات کو محفوظ رکھا ہے اور اسلام کا کوئی متعصب سے متعصب دشمن بھی اس تاریخی حقیقت سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت سے عربوں کی زندگی میں یہ انقلاب برپا ہوا تھا۔

اور اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ یہ بلاشبہ آپ کا معجزہ تھا، اور جس کو اس کے معجزہ ہونے سے انکار ہو وہ اپنے سارے علمی اور عقلی، روحانی اور مادی ذرائع کو استعمال کر کے اس سے چھوٹے ہی پیمانے پر ایسا انقلاب سو برس میں برپا کر کے دکھائے۔

ایک بہت دلچسپ اور بصیرت افروز مکالمہ

اس سلسلہ میں ایک بہت دلچسپ واقعہ میرے علم میں ہے اور اس لائق ہے کہ میں یہاں اس کا ذکر کروں، امید ہے کہ انشاء اللہ اس سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزے کو بڑی صفائی کے ساتھ سمجھ سکیں گے۔

میرے ایک چچا تھے، حقیقی چچا (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے) ابھی چند سال ہوئے ان کا انتقال ہوا ہے، بڑے ذہین اور حاضر دماغ تھے، عالم، فاضل تھے اور فطری مناظر تھے اور کامیاب طبیب بھی تھے، خود انہوں نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ وہ سفر میں تھے اور لکھنؤ کے اسٹیشن پر انہیں کسی ٹرین کے انتظار میں دو تین گھنٹے ٹھہرنا تھا، انہوں نے سوچا کہ یہ وقت کسی کام میں لگنا چاہئے، اور غور کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ رسالہ ''نگار'' کا دفتر تلاش کر کے نیاز فتحپوری صاحب سے کچھ باتیں کی جائیں، چنانچہ تانگہ کرائے پر کیا اور نگار کے دفتر پہونچ گئے، نیاز صاحب موجود تھے، چچا صاحب نے ان سے کہا کہ میں آپ سے ایک نہایت اہم مسئلہ پر بات کرنا چاہتا ہوں، اور اس کے لئے آپ کا ایک گھنٹہ لینا چاہتا ہوں، نیاز صاحب نے (شاید ان کی مولویانہ صورت دیکھ

کر) پہلے تو اتنا وقت دینے سے انکار کیا، لیکن بالآخر ان کے اصرار اور ان کی منطق نے انہیں مجبور کر دیا، اور متوجہ ہو کر بیٹھ گئے —— چچا صاحب نے ان سے کہا کہ میں کبھی کبھی آپ کا رسالہ ''نگار'' دیکھتا ہوں، اس لئے آپ کی ذہانت اور آپ کے زور قلم اور آپ کی علمی خصوصیات سے واقف ہوں، میں اس وقت آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ اس صلاحیت اور قابلیت کو ایک بڑے اور بہت مفید کام میں لگانے کی آپ سے درخواست کروں، آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں برائیاں اور بداخلاقیاں کتنی بڑھ گئی ہیں، اور ساری دنیا کو چھوڑ یئے اپنے اسی شہر لکھنؤ کو دیکھئے، خالص انسانی اور اخلاقی نقطہ نگاہ سے بھی یہاں کے عام باشندے بیچارے کس قدر پست حالت میں ہیں، کتنی بڑی تعداد ہے جو جاہل ہے، اُجڈ ہے، تنگ نظر ہے، گندگی پسند ہے، پھر ہر کام اور ہر پیشہ میں جھوٹ ہے، دھوکہ ہے، خودغرضی ہے، بے ایمانی ہے، غرض جو چیزیں انسانوں میں نہیں ہونی چائیں وہ سب موجود ہیں، اور جو اچھی باتیں ہونی چائیں وہ بالکل نہیں ہیں، تہذیب نہیں ہے، شرافت نہیں ہے، امانت نہیں ہے، سچائی نہیں ہے، انصاف نہیں ہے ایسی حالت میں آپ جیسی اعلی قابلیت رکھنے والوں کا فرض ہے کہ وہ سب کام چھوڑ کے اس بگڑی ہوئی انسانیت کو درست کرنے پر اپنی ساری قوتیں لگا دیں، آپ جیسے حضرات اگر اس کام کے لئے کھڑے ہو جائیں اور جس طرح منصوبے بنا کر قوموں اور ملکوں میں بڑے بڑے کام کیئے جاتے ہیں اس طرح اس کام کو آپ کریں تو بہت جلدی دنیا کی کایا پلٹ ہو جائے گی، اور سب سے پہلے اسی لکھنؤ سے شروع کیجئے، اس کام کے لئے میں اپنی پوری خدمات آپ کے حوالے کرتا ہوں، ہمیں امید ہے کہ بس سال دو سال میں لکھنؤ کو تو ایک نیا اور ساری دنیا کے لئے نمونہ کا لکھنؤ بنا دیں گے، ہمیں اس مہم میں ہر شریف اور معقول آدمی کی ہمدردی اور اس کا تعاون حاصل ہوگا، اور پھر تھوڑے عرصہ میں ساری دنیا کو ہم ایک اچھی شریف دنیا بنا سکیں گے۔

نیازؔ صاحب نے یہ سنکر کہا، مولانا! آپ کس خواب وخیال میں ہیں، آپ بڑے سیدھے آدمی معلوم ہوتے ہیں، میرے اور آپ کے جیسے اگر سینکڑوں آدمی بھی ہوں تو یہ کام پھر بھی نہیں ہوسکتا۔

چچا صاحب نے کہا کیوں نہیں ہوسکتا؟ آپ بہترین لکھنے والے ہیں آپ کے ہاتھ میں پریس کی طاقت ہے، اور غالباً آپ تقریر بھی بہترین کرتے ہوں گے، اور مجھے بھی کچھ ٹوٹا پھٹا لکھنا بولنا آتا ہے، اور جس دن ہم یہ کام شروع کریں گے ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ سارے اخبارات اور رسائل ہمارا ساتھ دیں گے، اور سینکڑوں ہزاروں لکھنے اور بولنے والے ہمارے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے، اور آپ دیکھیں گے کہ چند دنوں

میں فضا بالکل پلٹ جائے گی، اور دنیا میں ایک نئی بہار آجائے گی، اگر ہم ساری دنیا کو نہیں بدل سکے تو کم از کم اپنے ملک کو یا اپنے صوبہ کو تو بدل ہی ڈالیں گے، آپ ہمت کیجئے اور پھر دیکھئے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سب ہوجائے گا۔

نیازؔ صاحب نے پھر کہا، کہ مولانا آپ بہت ہی سیدھے آدمی معلوم ہوتے ہیں، اور اس دنیا کو شاید آپ بالکل نہیں جانتے، اس دنیا کا بدلنا ہمارے آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔

چچا صاحب نے کہا اچھا میں ایک بات پوچھتا ہوں، مجھے اندازہ ہے کہ تاریخ پر آپ کی خوب نظر ہے، اور آپ یقیناً اس سے واقف ہوں گے، کہ اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے عرب میں ایک دفعہ ایسا کام ہوا تھا، اور اس قوم میں ہوا تھا جو تعلیم وتہذیب میں بالکل کوری تھی، اور جہالت اور اجڈ پن میں اور تمام برائیوں اور بداخلاقیوں میں ہماری اس دنیا کے جاہلوں اور غنڈوں سے بہت بڑھی ہوئی تھی، اور ایک ایسی شخصیت کے ذریعہ ہوا تھا جو نوشت وخواند سے بالکل ناآشنا تھی، نہ اس کے ہاتھ میں پریس تھا نہ کوئی اخبار یا رسالہ اس کی آواز کو بلند کرنے والا تھا، نہ اس کے ساتھ مقرروں کی کوئی ٹیم تھی، نہ اس کے پیغام کو قوم میں پھیلانے والے شاعر اس کے ساتھ تھے، تو جب اس بے سروسامانی کی حالت میں ایک اکیلے امی انسان نے ایک پوری قوم کو بدل دیا، تو ہم اور آپ جیسے پڑھے لکھے آدمی جنکے ہاتھ میں قلم اور پریس کی طاقت بھی ہے، اور ہزاروں ہم جیسے اور آدمی بھی ہمارا ساتھ دینے کو دنیا میں موجود ہیں، اور حکومتیں بھی ہمارے اس کام میں یقیناً ہم سے پورا تعاون کریں گی، تو پھر آپ کیوں مایوس ہیں؟ میں تو کہتا ہوں کہ اگر عرب میں وہ انقلاب ۲۰ سال میں ہوا تھا، تو ہم اپنے ان وسائل کی جہ سے ایک سال میں وہ انقلاب برپا کرسکیں گے، بس اس کی ضرورت ہے کہ ہم آپ ہمت کرکے فیصلہ کریں، اور دوسرے سارے کام چھوڑ کے اپنی ساری قوتوں کو اس پر لگادیں۔

نیازؔ صاحب نے کہا، مولانا! میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا، لیکن بات یہی ہے کہ یہ کام ہمارے اور آپ کے بس کا نہیں ہے، اور آپ میرے اور اپنے متعلق اور اس دنیا کے متعلق بڑی غلط قسم کی خوش فہمیوں میں مبتلا ہیں
۔

چچا صاحب نے کہا، اچھا یہ تو بتائیے کہ آپ ایک تاریخ داں کی حیثیت سے اس تاریخی واقعہ کو بھی تسلیم کرتے ہیں یا نہیں، کہ اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے عرب میں ایسا انقلاب ہوچکا ہے۔

نیازؔ صاحب نے کہا، ہاں! یہ ایک مسلم واقعہ ہے، اور اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔

چچا صاحب نے کہا، مجھے آپ سے بس یہی جواب لینا تھا —— کچھ عرصہ ہوا میں نے معجزات کے

انکار پر آپ کا ایک مضمون پڑھا تھا، یہ وقت میں نے آپ سے اسی لئے لیا تھا کہ آپ کو معجزہ کی حقیقت سمجھا دوں ،اور آپ کو بتادوں کہ آپ بھی معجزہ کے قائل ہیں، اللہ کے پیغمبر کے ذریعہ جو ایسی چیز ظاہر ہو، جسکے کرنے سے اس جیسے دوسرے انسان عاجز ہوں بس وہی معجزہ ہے، آپ نے اس وقت بار بار اقرار کیا ہے، کہ اللہ کے ایک امی پیغمبر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعہ عرب میں جو اصلاحی انقلاب ہوا تھا، آپ ہر طرح کے بہتر سے بہتر وسائل رکھنے کے باوجود اپنے کو اس سے عاری سمجھتے ہیں کہ صرف شہر لکھنؤ میں بھی ایسا انقلاب برپا کرسکیں۔

چچا صاحب فرماتے تھے کہ اس بات کے ختم ہونے کے ساتھ میرے وقت کی گنجائش بھی ختم ہوگئی، اور اگرچہ نیازؔ صاحب (شاید اپنے ابتدائی رویہ کی تلافی کے لئے) اور کچھ دیر بیٹھنے پر اصرار کرتے رہے، لیکن وقت میں گنجائش نہ ہونی کی وجہ سے میں فوراً اسٹیشن آ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اور تعلیم و تربیت سے جو روحانی اور ایمانی انقلاب عرب میں برپا ہوا وہ بھی قرآن مجید ہی کی طرح آپ کا ایک زندہ تاریخی معجزہ ہے مگر افسوس ہم مسلمانوں کی موجودہ حالت نے اس پر بہت ہی غلیظ پردے ڈال دئے ہیں، اور دنیا کے لئے اس کا سمجھنا مشکل بنا دیا ہے۔

ایک اور زندہ معجزہ

میں معجزات کے سلسلے میں آپ کے ایک اور علمی معجزہ کا ذکر کرتا ہوں، وہ بھی الحمدللہ محفوظ اور زندہ ہے ،اور جس کا جی چاہے آج بھی اس میں ذرا غور کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور آپ کی نبوت و رسالت کا یقین حاصل کرسکتا ہے، اور خود میرا حال یہ ہے کہ الحمدللہ میں زیادہ تر اسی میں غور کرکر کے اپنے ایمان کو تازہ کیا کرتا ہوں، اور وہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں ——— اللہ تعالی حضرات محدثین کو بہتر سے بہتر جزا دے، اور ان کی قبروں کو اپنے انوارِ رحمت سے بھر دے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے اقوال و افعال کی طرح آپ کے مختلف اوقات اور مختلف حالات کی دعاؤں کو بھی ہمارے لئے اپنی کتابوں میں محفوظ کردیا، پھر بعد میں اللہ کے بعض بندوں نے ان دعاؤں کو الگ کتابی شکل میں بھی مرتب کر دیا ،اور اب چھوٹی بڑی بیسوں کتابیں ایسی موجود ہیں جن میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں ہی کو کسی خاص ترتیب سے جمع کیا گیا ہے [۱] ——— جس شخص میں خدا پرستی اور روحانیت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہو یا اس کو ان چیزوں کی ذرا بھی حس ہو، وہ

---

[۱] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا ایک مکمل مجموعہ ''حصن حصین ہے'' جو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، یہ کتاب خاصی ضخیم ہے، اور ایک مختصر مگر جامع اور کافی وافی مجموعہ ''مناجات مقبول'' ہے جو مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے ترجمہ اور تشریحی نوٹوں کے ساتھ شائع ہوا اور تعلیم یافتہ حضرات کے لئے اس کا مطالعہ زیادہ مفید ہے۔

اگر ان دعاؤں پر یا انکے ترجموں ہی پر غور کرے تو اس کو اس میں شک نہیں رہ سکتا کہ یہ دعائیں صرف اسی منور قلب سے نکل سکتی ہیں جس کو انسانیت بلکہ ساری کائنات کا بھی زیادہ سے زیادہ عرفان حاصل ہو اور اللہ کی معرفت میں بھی اس کا مقام بلند سے بلندتر ہو، اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی کھوٹ نہ ہو —— الحمدللہ ثم الحمد للہ اس عاجز کو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر دعا سے یہ نور یقین نصیب ہوتا ہے، اور میں صاف کہتا ہوں کہ شاید میری افتاد طبع کی وجہ سے میرا ذوق ووجدان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے بارے میں دوسری تمام چیزوں سے زیادہ تسکین اور یقین آپ کی دعاؤں سے حاصل کرتا ہے —— بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفوظ دعائیں بھی آپ کا نہایت روشن اور زندہ جاوید معجزہ ہیں، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اللہ نے کسی کے دل کو ذرا بھی روشنی دی ہو، تو اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو بلکہ اس کی ہر ادا معجزہ ہے۔

(ماخوذ از ''**دین وشریعت**'' مصنفہ: حضرت مولانا **محمد منظور** نعمانی)

☆☆☆

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

بچوں کی پرورش

(کچھ دواؤں اور دعاؤں کا تذکرہ)

حمد وصلوٰۃ اور تعوذ وبسملہ کے بعد!

رب ھب لی من الصالحین

آج کا عنوان

بچوں کی جسمانی، دماغی پرورش کے بارے میں اکثر مضامین ہم بیان کر چکے ہیں، یہ اس سلسلہ کا آخری مضمون ہے، بچوں کو جسمانی بیماریوں کی وجہ سے دوائیوں کی ضروریات ہوتی ہیں اور اکثر مائیں اس میں کافی پریشانیاں اٹھاتی ہیں۔ تو کچھ ان کو ایسی باتیں معلوم ہونی چاہئیں جن سے وہ چھوٹی موٹی چیزوں کو خود ہی حل کر سکیں۔ ہم نے مختلف عمر رسیدہ خواتین کے تجربات جو ڈیڑھ سے دو سو کے قریب تھے ان کو جمع کیا، پھر مختلف ڈاکٹروں سے اس کے بارے میں رائے لی، اس میں چند باتیں ایسی تھیں جنکی ان خواتین نے بھی تصدیق کی اور ڈاکٹروں نے بھی کیونکہ یہ تیر بہدف نسخے اور مجرب دوائیں اور ٹوٹکے ہیں اور ہم نے صرف اُنہیں باتوں کو لیا ہے جو مصدقہ ہیں اور آج کی اس محفل میں انشاء اللہ انہیں سے متعلق کچھ گفتگو ہوگی، آپ ان چیزوں کو بغیر کسی تردد کے مختلف موقعوں پر استعمال کر سکتی ہیں۔

تین ۳ چیزوں پر صحت کا انحصار

ایک آدمی کی زندگی کا انحصار موروثی بھی ہوتا ہے جو خاندان سے آتا ہے پھر اس کی غذائیت پر اور اس کے کاموں پر۔ عادتیں اگر اچھی ہوں تو عمر لمبی ہوتی ہے اور عادتیں اگر بری اور گناہوں کی ہوں تو عمر کم ہو جاتی

ہے، گویا زندگی کا انحصار عمومی طور پر وراثت، غذائیت اور اعمال پر ہے۔ جو لوگ متوازن غذا استعمال کرتے ہیں اور اچھے اعمال کے پابند ہوتے ہیں، ان کی صحت، ان کا قد و قامت، ان کے جسم کی جلد اور ان کی پوری زندگی کا دورانیہ بہت مثالی ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ Your health is what you eat صحت کا دار و مدار آپ کی غذا پر ہے۔ ایک ماں کو ''علاج بالغذا'' یعنی ایک ایسا کھانا جو غذا بھی ہو اور مختلف بیماریوں کی دوا بھی ہو، کا علم ہونا ضروری ہے، اس پر مستقل کتابیں ملتی ہیں، کہ کونسا پھل کھائیں تو کس بیماری کا علاج اور کون سی چیز استعمال کریں تو کس بیماری سے نجات، پھر اس حوالے سے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم پر یہ احسان فرمایا کہ انہوں نے مختلف بیماریوں کے بارے میں کچھ بنیادی باتیں ارشاد فرمائی ہیں جس کو علاج نبوی اور طب نبوی سے یاد کیا جاتا ہے اس پر بھی مستقل کتابیں ہیں۔ ڈاکٹر خالد غزنوی پاکستان کے ڈاکٹر ہیں، ان کے خاندان میں اور بھی ڈاکٹر ہیں تو ان میڈیکل ڈاکٹروں نے مل کر طب نبوی پر اردو زبان میں بہت تحقیق کی اور بہت اچھی اچھی باتیں انہوں نے بتائی ہیں۔ بچوں کو بلوغت کی عمر میں پہنچ کر کیلشیم اور غذائیت کی ضرورت ہوتی ہے تو ان کو ایسی غذا دینی چاہئے کہ جس میں یہ دونوں چیزیں ان کو زیادہ ملیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ انسانی فطرت ہے کہ منہ سے پہلے آنکھیں کھاتی ہیں، تو کئی مرتبہ اگر بچے کو غذا ظاہری طور پر اچھی اور بھلی نہ لگے تو وہ کھانے سے انکار کر دیتا ہے، تو غذا جو بھی بنائیں وہ ایسی بنائیں کہ بچہ کے اندر رغبت جاگے۔

اسلام میں جسمانی صحت کے اصول

ہارون رشید کے دربار میں ایک عیسائی ڈاکٹر آیا اور اس نے کہا کہ میری ریسرچ انسان کی جسمانی بیماریوں کے متعلق ہے آپ میرے دو سوالوں کا جواب دیجئے ایک تو یہ کہ انسان کی جسمانی صحت کے بارے میں کیا قرآن نے کوئی اصول بتایا ہے؟ تو ہارون رشید نے علماء سے اس سلسلہ میں رجوع کیا تو ایک عالم نے جواب دیا کہ جی ہاں قرآن کریم نے جسمانی صحت کا ایک اصول یہ بتایا کہ، ''کلوا و اشربوا ولا تسرفوا'' تم کھاؤ اور پیو مگر اسراف مت کرو، وہ حیران ہوا کہ اس سے بہتر اصول تو اچھی صحت کے لئے کوئی بھی نہیں ہو سکتا، پھر اس نے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس سلسلے میں کچھ بتایا ہے؟ تو انہوں نے ایک حدیث پیش کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ، معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے، جسم کو وہ چیز کھلاؤ جس کی اس کو ضرورت ہے اور ''الوقایة خیر من العلاج'' پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ وہ عیسائی طبیب کچھ دیر سوچتا رہا اور کہنے لگا کہ میں اپنی پوری زندگی کے تجربے کو سامنے رکھ کر یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان دو اصولوں نے طب

کے معاملے میں کوئی کمی پیچھے نہیں چھوڑی، جوان اصولوں پر عمل کرلے گا اس کی جسمانی صحت ہمیشہ اچھی ہوگی۔ چنانچہ چند باتیں یہ عاجز وقت کی کمی کی وجہ سے جلدی جلدی بتاتا جائے گا نوٹ کرسکیں تو بہت اچھا ورنہ بعد میں سی ڈی وغیرہ سے نوٹ کرلیجئے گا۔

بچوں کی جسمانی بیماریاں اوران کا علاج

پہلا ہے Sore throat (گلے کی خراش) یہ بچوں میں اکثر ہوجاتا ہے، اگر بچے تین، چار سال کی عمر کے ہوں تو ان کے لئے بہترین نسخہ: ایک چمچہ لیموکا جوس اور ایک چمچہ شہد دونوں کوملائیں بیس سیکنڈ Microwave میں رکھیں اوراس کے بعد بچے کودیں، بچہ اس سے لطف اندوز بھی ہوتا ہے اور Sore throat (گلے کی خراش) اتنی جلدی ٹھیک ہوجاتی ہے کہ انسان حیران ہوجاتا ہے۔دوسری بیماری ہے Cough (کھانسی) بچوں میں Cough کی بیماری اکثر ہوجاتی ہے، ایک سال سے کم عمر والے بچوں کو شہد دینا یہ ابھی تجربہ سے ثابت نہیں ہوا لہٰذا جو ایک سال سے کم عمر کے بچے ہوں ان کو شہد نہیں دینا چاہئے، لیکن جو ایک سال سے بڑی عمر کے بچے ہوں، ان کو آپ آرام سے شہد کھلاسکتی ہیں۔کھانسی کے لئے صرف شہد بھی بہت کافی ہے چونکہ اس کے اندر بیماریوں سے لڑنے کی صلاحیت ہوتی ہے، جب بچہ رات کوسونے لگے توسونے سے پہلے ایک چمچہ شہد اس کو کھلادیں اس کا فائدہ مارکیٹ کی بنی ہوئی کھانسی کی دواؤں سے بھی کئی گنا زیادہ بہتر ہوتا ہے اور بچے کو نیند بھی آتی ہے اور اگر اس میں Ginger drops (ادرک کے قطرے) ڈال دئے جائیں تو اور زیادہ فائدہ مند ہوجاتا ہے، ہومیوپیتھک کی ایک دوائی ہے Chestal یہ کھانسی کے لئے اتنی مفید ہے کہ ایک خوراک میں کھانسی جادوئی طور پر ختم ہوجاتی ہے۔تیسری بیماری جو بچوں میں عام طور سے پائی جاتی ہے وہ Colic ہے اس بیماری کے لئے ایک ہومیو پیتھک کی دوا آتی ہے Chammomila وہ سب سے اچھی ہے دن میں تین بوند بچوں کے لئے کافی ہوتی ہے، اور یہ بچوں کی آنتوں کو راحت پہونچاتی ہے اور انہیں پرسکون رکھتی ہے ۔چوتھی چیز ہے Bug bite (کیڑے وغیرہ کا کاٹنا) بچوں کو بعض وقت کیڑے کاٹ لیتے ہیں تو ایک چمچہ کے اندر تھوڑا سا پانی ڈال کر اس میں سوڈا ڈال دیں اور مرکب بنا کر زخم پر لگانے سے بچے کا درد فوراً کم ہوجاتا ہے۔پانچویں چیز ہے Nosebleed (نکسیر پھوٹنا) جب بچوں کو اس کی شکایت ہو تو پسی ہوئی شملہ مرچ اس کے لئے بہت فائدہ مند ہوتی ہے، بچے کی ناک کو تین منٹ کے لئے پکڑ کر رکھیں، پھر گیلی روئی کے اوپر پسی ہوئی مرچ لگا کر اس کی ناک میں رکھ دیں تو بچے کی

نکسیر بہت جلد بند ہوجاتی ہے۔ہومیو پیتھک کی ایک دوائی ہےNitric acid اگر وہ30 یا12 potency میں مل جائے تو اس کے تین Drops (قطرے) ہمیشہ کے لئے نکسیر کا علاج بن جاتے ہیں۔چھٹی چیز ہے پیٹ کی خرابی کہ بچے کا پیٹ خراب ہوجاتا ہے دست آنے لگتے ہیں تو اس کے لئے Ginger (ادرک) سب سے مفید ہے۔ساتویں چیز ہے بچے کو نزلہ زکام کا ہوجانا، اس کے لئے سیب بہت مفید ہے۔یہاں ایک اور اصول بتاتا چلوں وہ یہ کہ جس شہر میں بچے کو ایلر جی ہوئی ہو اس شہر کا شہد ایک چمچہ بچے کو کھلائیں، وجہ یہ کہ اس شہر کی جو شہد کی مکھیاں ہوتی ہیں وہ اس شہر کی سبزیوں سے، پھلوں سے اور پھولوں سے رس لیکر شہد بناتی ہیں تو اس شہر کی غذائی سمّیت کے لئے اسی شہر کا شہد جادو کی طرح کام کرتا ہے۔آٹھویں چیز ہے Diarrhea (دست آنا) چنانچہ اس کے لئے دہی کا استعمال بہت اچھا ہے۔اگر آپ تھوڑا سا دہی لیں پھر اس میں کچھ کیلا کاٹ کر ڈالدیں اور پھر اس میں شہد ملا دیں تو ان تین چیزوں کا مرکب کھانے سے Diarrhea فوراً ٹھیک ہوجاتا ہے اور بچے کو یہ اچھا بھی لگتا ہے اور بچے پسند بھی کرتے ہیں۔سویڈن میں لوگوں کے یہاں یہ عام رواج ہے وہاں کوئی دوائی نہیں کھائی جاتی جب بھی دست آنے لگتے ہیں دہی، کیلا اور شہد ملا کر کھالیا جاتا ہے تو یہ اس بیماری کا بہترین علاج ہے، پھر بچوں میں دانت کا درد ہوتا ہے دانت کے درد میں لونگ کا تیل سب سے اچھا ہوتا ہے کبھی کبھی دانت کی جگہ پر اگر لہسن یا کاجو کو مل دیں اس کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔نویں چیز ہے Eczema (ایک مرض جسمیں جسم پر نکلے ہوئے آبلوں میں سوجن اور کھجلی ہوتی ہے اور رطوبت رستی ہے) اگر جلد پر Coconut oil (ناریل کا تیل) لگائیں تو جلدی بیماریاں ٹھیک ہوجاتی ہیں۔ایک ہوتا ہے Ear infection اگر بچہ دو سال کی عمر سے بڑا ہے تو Olive oil (زیتون کا تیل) پانچ چھ قطروں کو گرم کر لیا جائے وہ اس کے کان میں ڈال دیا جائے تو کان کا درد ختم ہوجاتا ہے، اگر اس سے بڑا بچہ Teenager ہے تو پھر سات قطروں کے قریب زیتون کے تیل کا ڈالنا زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ایک ہوتا ہے Reducing fever اگر یہ بخار ہو تو کچی پیاز کاٹ کر بچے کے پاؤں کے تلوے پر اس کو رگڑیں اس عمل سے یہ بخار جاتا رہتا ہے۔کبھی کبھی بچے کے سر میں خشکی ہوجاتی ہے اس کے لئے دہی اور کالی مرچ کو ملا کر زیتون کا تیل استعمال کریں تو یہ تینوں چیزیں خشکی کو ختم کردیتی ہیں اور اگر ایک چمچہ لیمو کا جوس یا ناریل کا تیل ان سب کو ملا دیں اور ان کو سر کے اوپر لگائیں تو خشکی بالکل ختم ہوجائے گی۔

اگلی چیز ہے بچے میں Teething (دانت نکلنا) یہ ہر بچے میں ہوتا ہے اور وہ ان دنوں بہت زیادہ

بے چینی اور سلسلاہٹ محسوس کرتا ہے تو اس کے لئے کیلا فریزر میں منجمد کرلیں، پھر بچے کو دیں تاکہ بچہ اس کو چوسے تو اس کو اس عمل سے Soothing (تسکین) ملتی ہے۔ Ice a baby bottle (دودھ یا پانی کی بوتل میں پانی بھر کر فریزر میں رکھدیں اور جب وہ برف بن جائے تو اسے بچے کو چوسنے دیں جس سے مسوڑوں میں ہورہی سلسلاہٹ، اوران کے ورم میں سکون ملتا ہے) یا Ice a towel بچے کے تولیہ میں تھوڑا سا برف رکھدیں بچے کو تولیہ چوسنے کے لئے دیں، یا گیلا تولیہ فریزر میں رکھ کر بچے کے منھ میں دیں، وہ بھی اچھا ہوتا ہے یا چمچے کو فریزر میں ٹھنڈا کر کے دیں تو بچہ اس کو منہ میں ڈالتا ہے اور اس سے بچے کو سکون مل جاتا ہے یا سیب کے ٹکڑے ایک جالی کے کپڑے میں ڈال کے فریزر میں رکھ کر دیں تاکہ بچے کے حلق میں نہ پھنسے تو یہ بھی بہت اچھا ہوتا ہے یا ایک چھوٹی گاجر کو آپ بچے کے منھ میں رکھ دیں تاکہ اس کو بھی وہ اپنے منہ میں چبائے مگر ان چیزوں میں ٹوٹنے والی کوئی چیز نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو جالی کے کپڑے میں باندھ کے دیں تاکہ بچہ کے حلق میں نہ اٹک جائے اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ پھر مسوڑوں کو سہلائیں تو اس سے بھی فائدہ ہوتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ نرم اور صاف انگلی کے ساتھ مساج کریں، پہلے اپنی انگلی کو اچھی طرح دھوئیں ایسا نہ ہو کہ انگلی کے جراثیم بچے کو کوئی نقصان پہونچا دیں۔ پھر بچے کو کوئی بڑی سی چیز دے دیں جو بہت زیادہ صاف ہو تاکہ بچہ اس کو چباتا رہے، اس سلسلاہٹ کو دور کرنے میں لونگ کا تیل بھی بہت فائدہ مند ہوتا ہے مگر اس کا استعمال حد سے زیادہ نہیں کرنا چاہئے، برف کے چھوٹے ٹکڑے بھی بچے کو دئے جاسکتے ہیں کہ وہ بھی بہت اچھے ہوتے ہیں اور بچہ برف کو چباتا بھی رہتا ہے اور برف پگھلتی بھی ہے اس کو اچھا بھی لگتا ہے تو دانت نکلنے کے ایام میں ان تمام چیزوں کا استعمال کیا جاسکتا ہے جو بہت مجرب ہیں۔

ایک ہوتی ہے Car sickness (سفر میں متلی کی شکایت) سفر میں جانا ہے اور بچے کو Car sickness ہے تو اس کے لئے تازی ادرک کی چائے بنا کر بچے کو ایک کپ پلادیں، دوسال سے بڑے بچے کے لئے یہ نسخہ بہت اچھا ہوتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک چمچہ پسی ہوئی ادرک لیں چار اونس پانی کے اندر پانچ منٹ کے لئے گرم کریں پھر شہد ملا کر بچے کو سفر سے ایک گھنٹہ پہلے پلادیں تو بچے کو Car sickness نہیں ہوگی۔ اگر بچے کو Mild swelling (ہلکی سوجن) ہے تو چقندر کے ٹھنڈے ٹکڑے سے اس جگہ پر تھوڑی دیر کے لئے رگڑیں تو اس سے سوجن ختم ہوجاتی ہے بچے کا اگر گلا خراب ہے تو اس کے لئے نمکین پانی کے غرارے بھی بہت اچھے ہوتے ہیں۔ اگر بچے کو Constipation (قبض) ہورہا

ہے تو Castor oil (ارنڈی کا تیل) کو دودھ میں ڈال کر استعمال کریں، اور ایک نسخہ یہ کہ ایک بڑا کیلا ایک گلاس گرم دودھ کے ساتھ اگر بچے Teenagers سے (۱۳ سے ۱۹ سال کے عمر کے) ہیں تو ان کے لئے یہ بہت اچھا ہے۔ ایک گولی ہے Senna اگر یہ دے دی جائے تو قبض بہت جلدی ختم ہوجاتا ہے۔ اگر بچہ کا جسم خدانخواستہ جل جائے تو فوری طور پر اگر آپ کے پاس شہد ہے تو وہ لگائیں، کچا انڈا ہو تو وہ لیپ دیں، یا دانتوں کا پیسٹ ہے وہ لگادیں ان چیزوں کے لگانے سے اس کے جلد پر نشان بھی نہیں رہتا اور جلے ہوئے حصے کو جلدی دوا مل جاتی ہے۔ اگر بچے کو بدہضمی کی شکایت ہے تو اس کے لئے بڑی الائچی جو کہی جاتی ہے اس کو ایک گلاس پانی میں ڈال کر آپ چولہے کے اوپر ابال کر ٹھنڈا کرلیں پھر اس پانی کو بچے کے خوراک بناتے ہوئے استعمال کریں، تو گیس اور ہاضمے کی پریشانی ختم ہوجائے گی۔

آخری چیز یہ ہے کہ بچے کی ذہنی نشونما کے لئے مچھلی کا تیل بہت ضروری ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو ہفتے میں ایک سے دو دفعہ مچھلی کھلائیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کچھ ایسے Capsule بھی ملتے ہیں جو مچھلی کے تیل والے ہوتے ہیں ''Omega 3 fatty acid'' یہ مچھلی کی تیل میں ہوتا ہے، اور دماغ کی نشونما کے بہت اچھا ہوتا ہے، ان کو استعمال کیا جاسکتا ہے، جن ملکوں میں مچھلی کھائی جاتی ہے ان ملکوں کے لوگ بہت زیادہ ذہین ہوتے ہیں، ان کا IQ Level (پیمانۂ ذہانت) بہت اچھا ہوتا ہے، Saloman fish اگر مل جائے تو پھر اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر Internal swelling (اندرونِ جسم کی سوجن) ہے تو بالکل ختم ہوجاتی ہے۔

ہومیوپیتھک کی دوائیوں سے علاج

اب کچھ ہومیوپیتھک کی دوائیاں ایسی ہیں کہ جو اگر Low potency میں اگر گھر میں رکھی جائیں تو وہ بھی چھوٹی موٹی بچوں کی بیماریوں کے لئے اچھا علاج ہے مثلاً bite instinct کے لئے Apis دوائی کو استعمال کریں، potency 6 میں یا potency 12 م میں یا 30 میں 30 سے نیچے جو بھی مل جائے وہ محفوظ ہے۔ اگر Shock یا Accident ہوا ہے؛ اس کے لئے Arnica کا استعمال کروائیں، Food poising ہوئی ہے تو Arcenic album استعمال کروائیں اگر بچے کو High fever (تیز بخار) ہوا ہے اچانک تو Belladona کی دو تین بوندیں وہ Amazingly (حیران کن انداز سے) اس کے بخار کو ختم کردیتی ہے۔ اگر Dry (خشک) اور Painful (تکلیف دہ) Cough (بلغم،

کھانسی) ہے تو اسکے لئے Bryonia کی دو تین خوراکیں کافی رہتی ہیں، اگر Burns ہے تو Cantharis اس کے لئے اچھی ہوتی ہے۔ Teething proplem (دانت نکلنے کی پریشانی) کے لئے Chamomilla ایک مستقل دوائی ہے۔ اگر بچے کو Flu ہو رہا ہے تو اُسے Gelsemium کی ایک دو خوراکیں اگر آپ دے دیں تو بچہ Normal (ٹھیک) ہو جاتا ہے۔ اگر بچے کو کوئی Emotional shock (جذباتی صدمہ) لگا ہے تو اس کے لئے Ignatia دوائی Low potency میں بہت اچھی ہوتی ہے، اگر بچے کو کوئی کٹ لگ گیا ہے تو Callendoula یہ دوائی اس کے لئے بہت اچھی ہے۔ اگر Vomiting (قئے، اُبکائی) محسوس کر رہا ہے تو Ipecac دوائی اس کے لئے بہت اچھی ہوتی ہے۔

Acupressure سے بیماریوں کا علاج

ایک اور چیز بھی ہے کہ کچھ کتابیں آپ کو Acupressure کے بارے میں ملتی ہیں۔ ایک ہوتا ہے Acupuncture کہ سوئیاں جسم میں ڈالنا اور اس سے علاج کرنا یہ چائنیز کا طریقہ ہے وہ صرف ڈاکٹر کر سکتا ہے ایک ہے Acupressure ان کتابوں میں جسم کے Pressure points (دباؤ ڈالنے کی جو جگہیں) ہوتے ہیں ان کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پاؤں میں کہاں ہیں، ہاتھوں میں کہاں ہیں، سر میں کہاں ہیں یہاں ایک بات نوٹ کریں کہ ہمارے جسم کے تین End (اختتام) ہی بنتے ہیں پاؤں End (اختتام) بنتے ہیں یا ہاتھ بنتے ہیں یا سر بنتا ہے۔ اللہ تعالی نے ہماری جتنی Neurology (اعصابیات) ہیں اس کو ایسے بنایا کہ ہر اختتام پر Circuit (دائرہ) کو چھوڑ دیا ہے اگر اس جگہ پر رگ کو دبایا جائے تو اس بیماری کا بہت جلد علاج ہو جاتا ہے، آپ حیران ہوں گی کہ اسوقت دنیا میں یہ علاج بہت مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ ہمیں مدینہ منورہ میں ایک ڈاکٹر صاحب ملے پاکستان کے تھے اور Acupressure میں بڑے ماہر تھے وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے صرف ہاسپٹل میں شاہی خاندان کے افراد کا علاج کرنے کے لئے رکھا گیا ہے، میں ان کی ہر بیماری کا علاج Acupressure سے کر دیتا ہوں اور وہ ختم ہو جاتی ہے چنانچہ ان سے ہم نے مختلف باتیں پوچھیں تو انہوں نے بتایا کہ اگر سر میں درد ہو تو پندرہ سیکنڈ یا بیس سیکنڈ کے لئے فلاں جگہ انگوٹھے سے دباؤ ڈالنے سے سر درد ٹھیک ہو جاتا ہے، قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی کو Asthma (دمہ) کی بیماری تھی اس نے کہا کہ جناب مجھے دمہ محسوس ہو رہا ہے ہمارے سامنے ڈاکٹر صاحب نے اس کی دو جگہوں کو دبایا اور ایک منٹ کی اندر وہ بندہ کہنے لگا میری سانس تو بالکل نارمل ہوگئی۔ تو یہ اور اس قسم کی چیزیں چائنیز کے اندر پچھلے سینکڑوں سالوں سے چلی آرہی ہیں۔ اور وہ ڈاکٹر صاحب بتا رہے تھے کہ وہاں

پر ایسے بھی لوگ ہیں جن کے خاندان میں ۸۰ سال سے باپ بیٹا پوتا یہی کام کرتے چلے آرہے ہیں تو جس طرح ہمارے مشائخ نے روح کی بیماریوں میں Specialization (مہارت) حاصل کرلی ہے، اللہ کے کچھ ایسے بھی بندے ہیں جنہوں نے جسم کی بیماریوں میں Specialization حاصل کرلی ہے۔ Acupessure کا علم ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ ماں خود اپنے بچے کے ہاتھ پاؤں کا مساج صحیح طور پر کرسکتی ہے ،اسی طریقے سے اور جسم کے دوسرے حصوں کا،تو یہ اسکا فائدہ ہے پھر یہ ہے کہ بچے کو اگر ماں سیکھادے تو وہ ماں کا سر دبا سکتا ہے، باپ کے پاؤں دبا سکتا ہے ان کو خدمت کی عادت پڑ سکتی ہے۔

بچوں کو مسنون دُعائیں یاد کروانا

اب آخر میں مسنون دعائیں بچوں کو یاد کروائیں، یہ ان کی حفاظت کے لئے ہے، چاہے وہ دین کی حفاظت ہو کہ جسم کی، یا عزت آبرو کی حفاظت غرض یہ ایک اکسیر عمل ہے،تو ہر ماں کو چاہئے کہ وہ مسنون دعائیں خود بھی یاد کرے بچوں کو بھی یاد کروائے اور بچوں کو مختلف اوقات میں پڑھنے کی عادت ڈالے کہ بچوں کی بچپن سے عادت بن جائے۔ ہمارے حضرتؒ چند اعمال بتاتے تھے ان کا بھی جاننا ضروری ہے تاکہ ماں کو پتہ ہو کہ ان اعمال کے کرنے سے کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں ہم جہاں جسمانی دوائیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہاں ہمیں قرآن کے ان اعمال سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے، ہمارے حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب کبھی رات کو نکلنا ہو ویرانے میں، جنگل میں، (اور یہاں تو جنگل میں جانے کا بہت زیادہ رواج ہے) تو فرمایا کرتے تھے کہ اگر شام ہونے سے پہلے چند مرتبہ ﴿**سلام علی نوح فی العالمین**﴾ پڑھ لیا جائے تو اللہ تعالی سانپ اور بچھو کے ضرر سے محفوظ فرماتے ہیں۔اسی طرح اگر سفر میں جانا ہے تو جس جگہ سے جس جگہ تک جانا ہے مسافت کی دونوں حدوں کو سامنے رکھیں پھر ایک مرتبہ الحمد شریف پڑھیں، آیۃ الکرسی پڑھیں ایک مرتبہ، چاروں قل پڑھیں ایک ایک مرتبہ، پھر درود شریف پڑھیں اور سفر کے آغاز کی جگہ اور منزلِ مقصود کی حد کا خیال ذہن میں رکھ کر اگر اس کے اردگرد ایک دائرہ بنا دیں؛ تو اللہ تعالی اس سفر میں بندے کی حفاظت فرماتے ہیں حضرت مرشد عالمؒ نے یہ عمل اس عاجز کو تہجد کے وقت بتایا؛ یہ بہت اہم ہے۔سفر کے اندر حفاظت کے لئے حضرت فرماتے تھے کہ اگر تمہیں موت آنی ہے تو موت کو تو کوئی ٹال نہیں سکتا موت کے علاوہ کوئی بھی مصیبت ، پریشانی ہوگی اللہ فرشتوں کے ذریعہ سے اس سے محفوظ فرمادیں گے، چوری سے، جسمانی نقصان سے انسان کی حفاظت ہوجاتی ہے۔ پھر ایک چیز ہے دشمن کا خوف، فرض کرو بچے کو کسی بندے سے ڈر لگتا ہے یا آپ سفر میں جارہی ہیں اور

آپ کو ایئرپورٹ سے جانا ہے تو کوئی مرتبہ پولیس کا ڈر، کسٹم کا ڈر، کسی حاکم کا ڈر، یا کسی بھی بندے کا ڈر ہو تو ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کی آیت ہے سورۂ یٰس میں "وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۝" اس آیت کو پڑھ کر اس بندے کی طرف پھونک دیا جائے تو اللہ واقعی اس بندے کی آنکھوں پر پردے ڈال دیتا ہے اور وہ بندے کو تکلیف نہیں پہنچاتا۔ ہم نے اپنی زندگی میں ہزاروں مرتبہ اس آیت کو پڑھ کر اپنی آنکھوں سے اس کا فائدہ دیکھا ہے۔ ایک ہے بچے کو نظر لگ جانا اس کو نظر بد کہتے ہیں یہ لوگوں کی بھی اور خود ہماری اپنی ذات کی بھی لگ سکتی ہے اور ہمارا تجربہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ نظر بچے کو ماں باپ کی لگتی ہے چونکہ وہ خود اس کو پیار و محبت سے دیکھتے ہیں تو نظر تو اثر کرتی ہے "العین حق" تو اب اس کے لئے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں قرآن مجید کی ایک آیت ہے سورۂ یونس "إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ۝" اس آیت کو تین مرتبہ پڑھ کر ماں خود بچے پر دم کر دے، روزانہ نظر کا اتارا ہو جائے گا اور بچہ بڑا پُرسکون ہو جائے گا اکثر بچے ویسے ہی پیارے لگتے ہیں اور اگر خوبصورت ہوں تو پھر کچھ اور ہی بات ہوتی ہے تو بچے کو رات سوتے ہوئے یا صبح اٹھ کر اگر یہ آیت پڑھ کر دو تین دفعہ دم کر دیا جائے تو بچے کے اوپر سے بری نظر کا اثر ختم ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ پڑھنے والے بچے اسکول میں اچھی کارگردگی کریں اچھے نمبر لائیں جو چیز یاد کریں وہ فوراً یاد ہو جائے اس کے لئے قرآن مجید میں الم نشرح لك صدرك سورۃ ہے وہ بچے کو یاد کروا دیں اگر بچہ کی عمر یاد کرنے کی ہے اور وہ بچہ پڑھنے سے پہلے چاہے کلاس میں ہو، چاہے ٹیوشن میں ہو، چاہے ہوم ورک کر رہا ہو الم نشرح لك صدرك سورۃ پڑھ کے اپنے سینہ پر ایک دفعہ پھونک لے، ہم نے دیکھا ہے بچے کی یادداشت میں بہت بڑا فرق آجاتا ہے ہم یہ عمل عام طور پر ان بچے اور بچیوں کو بتاتے ہیں جو حافظ بن رہے ہوتے ہیں ان کو حفظ میں پریشانی ہوتی ہے۔ تو الحمد للہ سینکڑوں حفاظ پر تجربہ کیا ہم نے اس آیت کو پڑھنے کا ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے۔ اکثر لوگ پریشان ہوتے ہیں تجارت کی وجہ سے، خرچہ کی تنگی کی وجہ سے تو مائیں اس پریشانی میں بچوں پر توجہ بھی نہیں دے پاتیں تو اس کے لئے بھی ایک عمل سن لیجئے ہمارے حضرت مرشد عالمؒ فرماتے تھے؛ کہ جب بھی نماز پڑھیں ہر نماز کے بعد اول آخر ایک مرتبہ درود شریف اور درمیان میں سات مرتبہ سورۃ: "لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ" پوری سورۃ سات دفعہ پڑھیں چھوٹی سی سورۃ ہے اور پھر دعا مانگیں اس عمل کو کرنے سے رزق کی کوئی بھی پریشانی ہو اللہ اس پریشانی کو دور فرما دیتے ہیں۔ یہ باتیں بچوں کی جسمانی صحت کے بارے میں تھیں جو آج آپ کے گوش گزار کرنی تھیں۔

ہم اب سب سے پہلے اللہ رب العزت کا شکرادا کرتے ہیں جس نے ہمیں رمضان کی نعمت بخشی ،اعتکاف میں بیٹھنے کی توفیق دی اور رمضان کی ان مجالس کو سننے کی توفیق بخشی ،اگر اللہ تعالی صحت نہ دیتے ،ہر چیز کو ٹھیک نہ رکھتے تو نہ کہنے والا بات کہہ سکتا ،نہ سننے والے بات سن سکتے تھے۔تو سب سے پہلے ہم اللہ کے شکر گزار ہیں کہ اے مولیٰ ان مجالس میں آپ نے ہمیں بچوں کے متعلق جو بھی باتیں تھی ان کو سننے کی اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائی ،ہم آپ کا شکرادا کرتے ہیں ،آپ نے دین سے نوازا ، ہدایت عطا فرمائی ،اولاد عطا فرمائی ،صحت دی ،عزت دی اور ہماری ان مجالس میں ہر چیز اپنے موقع پر ٹھیک رہی تو سب سے پہلے ہم پروردگار عالم کا شکرادا کرتے ہیں پھر اس کے بعد ہم نبی علیہ السلام کا شکرادا کرتے ہیں اس لئے کہ ان کی جو احادیث کے نکات تھے ان کو جب ہم نے دیکھا تو واقعی طبّی تحقیقات نے لاکھوں ڈالر نہیں ،ملین ڈالر خرچ کرنے کے بعد جو نتیجے نکالے وہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی حدیث میں بتادیئے تھے، ہم ان کے احسان مند ہیں ہمیں ان کا شکرادا کرنا چاہئے ان پر درود بھیجنا چاہیے ،ہم شکرادا کرتے ہیں کہ ان کی تعلیمات نے ہمیں عزتوں بھری زندگی گزارنا سکھایا، حیاءوالی زندگیسکھائی، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین اجر اور بدلہ عطا فرمائے۔

وہ جو شیریں سخنی ہے میرے مکی مدنی
تیرے ہونٹوں سے چھنی ہے میرے مکی مدنی
تیرا پھیلاؤ بہت ہے تیری قامت ہے بلند
تیری چھاؤں بھی گھنی ہے میرے مکی مدنی
نسل درنسل تیری ذات کے مقروض ہیں ہم
تو غنی ابن غنی ہے میرے مکی مدنی

اللہ رب العزت ہمیں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر پوری زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ☆

خدارا راہِ اعتدال اختیار کریں!
علماء امت کی خدمت میں کچھ گذارشات

حال ہی میں جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات میں فقہ اکیڈمی کا تیسواں سیمینار منعقد ہوا تھا ،فقہ اکیڈمی (ہند) حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی علیہ الرحمۃ کے ''باقیات صالحات'' میں ہے ،اس کے قیام کو پچیس سال مکمل ہو چکے ہیں۔اس سیمینار کے موقع پر اکیڈمی کے موجودہ جنرل سکریٹری اور ملک کے ممتاز عالم وفقیہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے جو کلیدی خطبہ پیش کیا تھا، وہ کچھ حذف واختصار کے ساتھ ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے

[مدیر]

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين، اما بعد

صدر عالی قدر، بزرگان محترم، برادران عزیز!

اداروں، جماعتوں اور تنظیموں کی زندگی میں پچیس سال کی مدت کوئی بڑی مدت نہیں ہوتی؛ لیکن یہ محض اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس مختصر عرصہ میں اکیڈمی کا یہ تیئسواں سیمینار منعقد ہو رہا ہے، ان سیمیناروں میں اب تک ۹۲ مرکزی موضوعات زیر بحث آچکے ہیں اور بہ حیثیت مجموعی تقریباً ساڑھے پانچ سو جزوی مسائل پر فیصلے کئے گئے ہیں، اس لحاظ سے آپ لوگوں کے تعاون پر مبنی یہ ادارہ دنیا کی بیشتر مجامع فقھیہ پر سبقت حاصل کر چکا ہے، اکیڈمی نے مختلف فکری موضوعات پر جو مذاکرات منعقد کئے ہیں، ان کی تعداد ۲۲ ہے، عام طور پر ان پروگراموں میں عصر حاضر کے اہم ترین فکری مسائل کو اٹھایا گیا ہے، اور اہل علم کو دعوت فکر و

☆ بانی وناظم المعهد الاسلامی، حیدرآباد وسکریٹری مسلم پرسنل لابورڈ، جنرل سکریٹری فقہ اکیڈمی، ہند

تحقیق دی گئی ہے، ان میں متعدد موضوعات وہ ہیں جن پر کم سے کم برصغیر میں پہلی بار اکیڈمی نے بحث کرائی ہے، اکیڈمی کی خصوصی توجہ نوجوان فضلاء کی تربیت پر بھی ہے، اور اس نقطۂ نظر سے وہ ۲۶ تربیتی پروگرام منعقد کر چکی ہے۔ اکیڈمی کی طرف سے دینی مدارس اور عصری درس گاہوں میں توسیعی خطبات کا جو نظم کیا جاتا ہے، وہ اس کے علاوہ ہے اکیڈمی نے اردو، عربی انگریزی اور بعض دوسری زبانوں میں مجموعی طور پر ۱۴۵ کتابیں شائع کی ہیں، صرف سیمیناروں کے مجلّات ہی تقریباً پچاس کے عدد کو پہنچ گئے ہیں، عربی سے اردو اور اردو سے عربی، انگریزی، ہندی میں ۱۱۰ کتابوں کے ترجمے ہوئے ہیں، جن میں ۴۵ جلدوں پر مشتمل "موسوعہ فقھیہ" کا ترجمہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے، اس بات کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ اہم عالمی اور قومی مسائل پر کچھ باصلاحیت فضلاء سے تحقیق کا کام کرایا جائے، اور ان کو منظر عام پر لایا جائے، یہ جو کچھ ہے اللہ کی توفیق، سرپرستان اکیڈمی حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی اور حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب کی دعاؤں کا ثمرہ ہے، اکیڈمی کی مجلس انتظامی ملک کے منتخب و مؤقر علماء واصحاب افتاء پر مشتمل ہے، ان کی اور اکیڈمی کے کارکنان کی مشترکہ کاوشیں اس میں شامل ہیں، نیز یہ آپ سب حضرات کے مخلصانہ تعاون کا نتیجہ ہے، مگر اکیڈمی کے وسیع تر مقاصد کے لحاظ سے ابھی بہت سارے کام باقی ہیں، جن کی منصوبہ بندی کے لئے اکیڈمی فکرمند ہے، دعا ہے کہ اکیڈمی کا یہ سفر شوق کبھی تمام نہ ہو کہ حقیقی مسافر علم وہی ہے جس کے لئے ہر منزل راستہ بنتی چلی جائے۔

حضرات!

آج جب ہم ایک تاریخی موڑ پر ہیں، کچھ ایسے نکات کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے، جن کی طرف اکیڈمی اپنے طریقہ کار کے ذریعہ خاموش دعوت دیتی رہی ہے اور حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ وقت کی آواز ہے، اگر اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی تو اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ ملت اسلامیہ کا حال ماضی سے بڑھ کر اور مستقبل حال سے بڑھ کر یاس انگیز نہ ہو اور امت اس وقت جس رسوائی اور تنہائی کے دور سے گذر رہی ہے اس میں اضافہ نہ ہوتا چلا جائے، ان میں ایک اہم قابل توجہ امر اعتدال ومیانہ روی کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کی کتنی ہی قیمتی نعمت ہو؛ لیکن اگر وہ اعتدال سے گذر جائے تو انسان کے لئے مصیبت بن جاتی ہے، ہوا کے بغیر انسان دو گھڑی زندہ نہیں رہ سکتا؛ لیکن یہی ہوا اگر طوفان کی شکل اختیار کر لے تو آبادیوں کو ویران کر کے رکھ دیتی ہے، پانی انسان کے لئے بقائے حیات کا ذریعہ ہے: "وجعلنا من الماء کل شئی حیّ" (انبیاء: ۳۰) لیکن یہی پانی اگر سیلاب بلا خیز بن کر شہروں اور بستیوں میں گھس آئے تو ہنستی کھیلتی

بستیوں کو قبرستان اور ماتم کدہ میں تبدیل کر دیتا ہے، آگ کی مدد لئے بغیر ایک وقت کا کھانا نہیں پکایا جاسکتا؛ لیکن یہی آگ اگر آتش فشاں کی صورت اختیار کر لے تو قیامت برپا ہو جاتی ہے، بے اعتدالی جیسے مظاہر قدرت کے لئے تباہی و بربادی کا پیغام بن جاتی ہے، اسی طرح فکر و نظر اور زبان و قلم کی بے اعتدالی قوموں کی لئے بھی ہلاکت و بربادی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے غالباً اسی عدل وانصاف کے راستے کو صراط مستقیم (فاتحہ:۵) سے اور اس پر قائم رہنے والوں کو ''امت وسط'' سے تعبیر کیا ہے ،(بقرہ :۱۴۳) رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عام معاملات ہی نہیں ؛ بلکہ عبادات میں بھی اعتدال اور میانہ روی کا سبق دیا ہے، علماء امت نے جادۂ حق سے انحراف کرنے والے گروہوں میں خوارج کو سب سے زیادہ قابل مذمت قرار دیا ہے؛ یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:''الخوارج قوم سوء 'لا اعلم فی الارض قوماً شراً منھم''(السنة لابی بکر الخلال، حدیث نمبر: ۱۱۰)

خوارج عبادت و ریاضت اور شریعت کے ظاہری احکام پر عمل کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں تھے؛ بلکہ آگے ہی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی علامت بتلائی کہ تم کو اپنی تلاوت اور عبادت ان کے مقابلہ حقیر محسوس ہوگی:

> یقرؤن القرآن لیس قرأتکم الی قرأتھم بشئی ، ولا صلاتکم الی صلاتھم بشئی ولا صیامکم الی صیامھم بشئی یقرؤن القرآن یحسبون أنه لھم وھو علیھم، لا تجاوز صلاتھم تراقیھم، یمرقون من الاسلام؛ کما یمرق السھم من الرمیة۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۶۶)

''وہ لوگ اس طرح تلاوت قرآن کریں گے کہ تمہاری تلاوت اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہوگی ، اور نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت رکھیں گے ——— وہ سمجھتے ہوں گے کہ ان کی تلاوت (وغیرہ) سے انکو نفع پہنچ رہا ہے حالانکہ ان کو نقصان ہی پہنچ رہا ہوگا۔ ان کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اس طرح اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے''

ان کی بیماری بے عملی نہیں تھی ؛ بلکہ غلو اور بے اعتدالی ، دوسرے مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی، ان کی نیتوں کے بارے میں سوءظن ، اور پھر جو ذمہ داریاں ولی امر سے متعلق ہیں ان کو اپنے ہاتھ میں لے لینا، یہ ان کی اصل بیماری تھی اور اسی لئے صحابہ کو ان سے باضابطہ جہاد کرنا پڑا۔

عام لوگوں میں تو اس کا نقصان محدود ہوتا ہے؛ لیکن اگر علماء اور مقتدیان قوم اس کا شکار ہو جائیں تو اس کے نقصانات بہت دوررس ہوتے ہیں ، یہ ایک حقیقت ہے کہ گذشتہ ایک دو دہائیوں میں یہ کیفیت علماء میں بڑھ گئی ہے اور بڑھتی جارہی ہے، خواہ ان کا تعلق خلیج اور عالم عرب سے ہو یا ہمارے پڑوسی ملک سے،

اور اب یہی کیفیت نہایت تیزی اور پوری قوت کے ساتھ ہمارے ملک میں درآمد کی جارہی ہے، کسی مسلمان کو کافر کہنے، فاسق و فاجر کہنے اور مبتدع کہنے میں ایسی بے احتیاطی سے کام لیا جاتا ہے کہ گویا یہ کوئی خاص بات ہی نہ ہو، ہم حدیث کی جو بھی کتاب پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، ان کے اہم ترین حصہ ''کتاب الایمان' ' میں زیادہ تر معتزلہ اور خوارج پر رد کیا جاتا ہے؛ لیکن معتزلہ اور خوارج کے بارے میں جمہور فقہا کی رائے یہی ہے کہ ان کو دائرۂ ایمان سے خارج نہیں کہا جاسکتا؛ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

''جمہور تابعین اور علماء حدیث کے نزدیک خوارج کا حکم باغیوں کا سا ہے... اور بعض علماء حدیث ان کو کافر قرار دیتے ہیں،... علامہ ابن منذر کا بیان ہے کہ میں کسی فقیہ کو نہیں جانتا جس نے اُن کو کافر قرار دینے کے سلسلہ میں علماء حدیث کی موافقت کی ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ خوارج کے کافر نہ ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے، اور ''محیط'' نامی کتاب میں ذکر کیا گیا ہے کہ بعض فقہاء اہل بدعت میں سے کسی کو کافر قرار نہیں دیتے اور بعض ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو اپنی بدعت میں کسی دلیل قطعی کی مخالفت کے مرتکب ہوں اس رائے کو مصنف نے اکثر اہل سنت کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے (یعنی کافر نہ قرار دئے جانے کی) یہ فقہاء مجتہدین کا کلام نہیں دوسروں کا کلام ہے، اور ان کے کلام کا اعتبار نہیں، مجتہدین سے وہی بات منقول ہے، جو ہم نے ذکر کی اور علامہ ابن منذر مجتہدین کی آراء سے زیادہ واقف ہیں'' شامی: ۶/ ۴۱۳ (اختصار کی وجہ سے عربی متن حذف کردیا گیا ——— الفرقان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''نفرقت الیہود علی احدی وسبعین فرقة وتفرقت النصاری علی احدی أو سنتین وسبعین فرقة وتفرق امتی علی ثلاث وسبعین فرقه ۔(مسند احمد عن ابی ہریرہ : ۲/۳۳۲، سنن ابی داؤد : حدیث نمبر : ۴۳۹، سنن ترمذی حدیث نمبر : ۲۶۴۲، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر : ۳۹۹۱)

بعض روایتوں میں اضافہ ہے **''کلها فی النار الا واحده وهی الجماعه''** (مسند احمد: ۴/۱۰۲ عن معاویہ، ابو داؤد: حدیث نمبر: ۴۵۹۷) آج کل اس حدیث کو ایک گروہ دوسرے گروہ کو گمراہ اور خارج ایمان قرار دینے کے لئے ذکر کرتا ہے؛ حالانکہ غور کیا جائے تو یہ امت کے لئے اتحاد اور تقارب کی بنیاد بن سکتی ہے؛ کیونکہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ تمام گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شامل ہیں اور دائرہ ایمان سے باہر نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''أمتی'' کا لفظ عام طور پر امت اجابت یعنی مسلمانوں کے لئے استعمال کیا ہے، امت دعوت کے لئے صرف امت کا لفظ کہا ہے جیسے آپ نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیده! لا یسمع بی من هذه الامة یهودی ولا نصرانی، ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت به الا کان من اصحاب النار'' (مسلم عن ابی ہریرہ، حدیث نمبر: ۱۵۳) اس لئے علامہ

خطابی علیہ الرحمۃ نے فرق والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے:

”فیه دلالة علی أن هٰذه الفرق کلها غیر خارجة من الدّین ؛ اذقد جعلهم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلهم من امته (معالم السنن)۷/۴

اسی طرح علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

”والنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یخرجهم من الاسلام؛ بل جعلهم من امته“(منهاج السنه:۱۴۳/۵)

یہی بات امام عبدالوہاب شعرانی نے اپنی معروف کتاب ”الیواقیت والجواهر“ میں فرق ضالہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہی ہے۔(’الیواقیت والجواهر:۱۲۸/۲ : مبحث:۵۸) نیز مشہور محقق علامہ ابواسحٰق شاطبی علیہ الرحمۃ نے اپنی شہرۂ آفاق اور نادرۂ روزگار تالیف ”الیواقیت“ میں بیان فرمایا ہے (دیکھئے: ’الیواقیت:۴ / ۱۹۳-۱۹۴)؛ چنانچہ بعض اہل علم نے صراحت کی ہے کہ تمام فرقوں کے دوزخی ہونے اور ایک کے جنتی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرقہ کو دخول اولین کی سعادت حاصل ہوگی، اور بقیہ کو فاسقین مذنبین کی طرح دخول اولیں تو حاصل نہ ہوگا لیکن مآل کار وہ بھی جنت میں داخل کئے جائیں گے:”ولعل وجه التوفیق أن المراد باهل الجنه فی الروایة الثانیه ولو مآلاً“(کشف الخفاء ۱/۱۶۷، حدیث نمبر:۴۴۶)

اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے کسی طبقے کو کافر یا مسلم ممالک کے بعض انتہا پسندوں کی طرح مباح الدم قرار دینے میں احتیاط کا دامن نہ چھوڑا جائے ،اسی طرح کسی گروہ کو مشرک کہنے کا معاملہ ہے۔کسی عالم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح معصوم سمجھنا یا اس کی بات کو حجت سمجھنا ایک الگ بات ہے اور اس کی تحقیق یا اجتہاد پر اعتماد کرنا بالکل دوسری بات ہے، پہلی شکل شرک کی ہے اور دوسری صورت اہل علم وصلاح کی اتباع و اقتداء ہے، جو دین میں مطلوب ہے:”اولئك الذین هدی الله فبهداهم اقتده“ (انعام:۹۰) اسی طرح اگر کوئی شخص مشرکانہ عمل کرتا ہو؛ لیکن وہ اس کی تاویل کرتا ہو تو یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ فلاں شخص مشرکانہ عمل کا مرتکب ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے اس کے مشرک ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا، اسی طرح فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کے عمل کو حتی المقدور صواب وسداد پر محمول کیا جائے گا؛ اسی لئے جن مسائل میں معتبر علماء وارباب افتاء کے اقوال مختلف ہیں، اس کو اس عمل کی وجہ سے فاسق کہنے میں احتیاط کرنی چاہئے، اسی طرح جن باتوں کی اصل قرون خیر میں نہ ہو؛ لیکن کوئی شخص اسے دینی عمل سمجھ کر انجام نہ دیتا ہو، اگر چہ مجموعی نفع ونقصان کے اعتبار سے اس سے منع کیا جا سکتا ہے، لیکن اسے بدعت کہنا درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ ہر احداث بدعت نہیں ہے؛ بلکہ احداث فی الدین بدعت ہے، اسی طرح کوئی ایسا عمل جو مختلف

قوموں میں مروجہ ہو، اس کا مذہب سے تعلق نہ ہو اور نہ کسی خاص غیر مسلم گروہ کی شناخت اس سے متعلق ہو، اس کو ''تشبہ بالکفار'' نہیں کہا جا سکتا، جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ کے بعض فتاوے سے ظاہر ہے اور اس کی وجہ سے اس کے مرتکب کو فاسق کہنا درست نہ ہوگا، تکفیر، تشریک، تبدیع اور تفسیق کے سلسلہ میں احتیاط کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں بے احتیاطی امت میں انتشار وافتراق کا ذریعہ بن رہی ہے۔

بے اعتدالی کا ہی ایک پہلو انکار اور تاویل کے درمیان فرق نہیں کرنا ہے، انکار کا مطلب کسی بات کو حجت نہیں ماننا ہے، اور تاویل سے مراد اس کے متبادر معنی کو چھوڑ کر کوئی اور معنی مراد لینا ہے جس کی کلام کے اندر گنجائش ہو، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''تحریمھا التکبیر'' اب بعض فقہاء نے اس سے ''اللہ اکبر'' کہنا مراد لیا ہے، اور بعض نے معنوی پہلو کی رعایت کرتے ہوئے کوئی بھی کلمہ تعظیم کہنے کو کافی سمجھا، یہ دوسری صورت تاویل کی ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں، اسی دائرہ میں صفات باری تعالی کا مسئلہ ہے کہ بعض سلف صالحین نے اللہ تعالی کے لئے اعضاء وکیفیات کو تسلیم کیا، مگر اس طور پر کہ اللہ تعالی کے لئے ان کا ثبوت اللہ تعالی ہی کی شان کے موافق ہے، ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے، جس کو ''تفویض'' کہتے ہیں اور بعض نے تاویل کا راستہ اختیا کیا ہے مثلاً عین سے مراد آنکھ نہیں بلکہ اللہ تعالی کا بصیر ہونا ہے، اور ''اذن'' سے مراد کان نہیں، اللہ تعالی کا سمیع ہونا ہے، یہ دونوں طریقے۔تفویض وتاویل۔سلف صالحین کے زمانہ سے آرہے ہیں، علم کلام کے مسائل میں دونوں طریقے اختیار کئے جاتے رہے ہیں، ان میں سے کسی کو نص کا منکر نہیں کہا جا سکتا، اگر تاویل کو انکار سمجھا جائے تو سلف صالحین اور فقہاء ومحدثین میں شائد کوئی ایسا نہ رہ جائے جو انکار کی تہمت سے بچ جائے، معروف روایت ہے ''البیعان بالخیار مالم یتفرقا'' امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اور امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس میں تفرق اقوال مراد لیا ہے، جب کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ اور مام احمد علیہ الرحمۃ نے تفرق ابدان، اور یہی رائے ابن ابی ذئب کی ہے، ابن ابی ذئب نے اس مسئلہ میں امام مالک علیہ الرحمۃ کے بارے میں کوئی سخت کلمہ کہہ دیا تو حالاں کہ امام احمد علیہ الرحمۃ کو امام مالک علیہ الرحمۃ سے اس مسئلہ میں اختلاف تھا؛ لیکن انہوں نے ابن ابی ذئب کو اس لہجہ پر ٹوکتے ہوئے فرمایا کہ امام مالک علیہ الرحمۃ نے حدیث کو رد نہیں کیا ہے؛ بلکہ اس کی تاویل کی ہے ''مالک لم یرد احدیث، ولکن تاولہ علی غیر ذالک'' (ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین، ص: ۷۴)

بے اعتدالی کا ایک سبب مدارج احکام پر توجہ نہ دینا ہے، یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے تمام احکام ایک درجہ کے نہیں ہیں، بعض فرض واجب ہیں، بعض سنن ومستحبات ہیں اور بعض مباح ہیں بعض احکام

نصوص پر مبنی ہیں اور بعض قیاس واجتہاد پر، اور جو احکام نصوص پر مبنی ہیں ان میں بھی بعض اپنے ذریعہ ثبوت کے اعتبار سے قطعی اور یقینی ہیں اور بعض ظنی، پھر جو احکام نص قطعی الثبوت سے ثابت ہیں، ان میں کچھ وہ ہیں، جن کی دلالت اپنے معنی ومفہوم پر بالکل واضح ہے، اور بعض کی دلالت اس طور پر ہے کہ اس میں اس سے مختلف معنی کا بھی احتمال ہے اسی طرح بعض احکام پر فقہاء کا اجماع واتفاق ہے اور بعض میں اختلاف ہے یہ سب ایک درجہ میں نہیں ہیں، غرض کہ اہمیت کے اعتبار سے بھی احکام کے مختلف مدارج ہیں، ذریعہ ثبوت کے اعتبار سے بھی اور مصادر شریعت کے ان احکام پر دلالت کرنے کے اعتبار سے بھی: لہٰذا اہمیت اور ثبوت کے اعتبار سے مختلف مدارج کے احکام میں فرق کرنا ضروری ہے۔

کسی حکم کو اس کے درجہ سے بڑھا دینا غلو اور **احداث فی الدین** ہے؛ اسی لئے اہل علم نے **ایجاب مالا یجب** کو بدعت شمار کیا ہے، جیسے سنت یا مستحب کو فرض کا درجہ دے دینا یا کسی تارک سنت کے ساتھ تارک فرض کا سا رویہ اختیار کرنا، اور کسی حکم کو اس کے درجہ سے گرا دینا بد دینی اور انحراف ہے، مدارج احکام کی رعایت نہ کرنے میں ہی یہ بات بھی شامل ہے کہ جو مسائل فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہیں اور سلف صالحین کے یہاں ان کے بارے میں ایک سے زیادہ رائیں پائی جاتی ہیں، ان میں کسی ایک پہلو کو بالکل غلط ٹھہرا دیا جائے اور اس کو خاطی وگمراہ سمجھا جائے؛ اسی لئے امام شافعی علیہ الرحمۃ نے **"نھی عن المنکر"** پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ جو مسائل اختلافی ہیں، ان میں کسی شخص کا عمل آپ کی رائے کے برخلاف ہے تو اس کے عمل کو منکر شمار کرنا اور اس پر نکیر کرنا درست نہیں ہے، امام سفیان ثوری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے: **"أذا رأیت الرجل یعمل العمل الذی قد اختلف فیہ وأنت تری غیرہ فلا تنھہ "(الفقھیہ والمتفقہ : ۲/۶۹)** مثلاً: اس کے عمل کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ تمہاری نماز درست نہیں ہوئی یا یہ کہ تمہاری اب تک کی نمازیں ضائع ہوگئیں، مگر آج کل صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ اگر کسی شخص نے ایسے طریقہ پر نماز پڑھی جو اس کے نزدیک مرجوح ہے تو بے تامل کہہ دیا جاتا ہے کہ تمہاری نماز درست نہیں ہوئی یا یہ کہ تمہاری اب تک کی نمازیں ضائع ہوگئیں۔

مجھے ایک ملک کا سفر کرنے کا موقع ملا، جو عیسائی اکثریت ملک ہے اور مسلمان وہاں ایک حد تک اپنی بقا کی لڑائی لڑ رہے ہیں، تو جان کر افسوس ہوا کہ وہاں علماء کے درمیان اس بات پر اختلاف ہے کہ ٹوپی کس ڈیزائن کی پہنی جائے؟ اور اس پر باضابطہ مضامین بھی لکھے گئے ہیں، اس بات میں بھی نزاع ہے کہ

کرتے کی کیا وضع ہونی چاہئے، وہ جبہ کی طرح ہو یا اس طرح کا جیسا برصغیر میں پہنا جاتا ہے دامن کھلے ہوئے ہوں یا نہیں اور کھلے ہوئے ہوں تو کلی دار ہوں یا بغیر کلی کے ہوں؟ سوچئے کیا ایسی یہ باتیں ہیں جن میں اپنی صلاحیتیں صرف کی جائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے جن باتوں کو فرض قرار دیا ہے ان کو ضائع نہ کرو، کچھ باتوں کو حرام قرار دیا ہے ان کی خلاف ورزی نہ کرو، اور کچھ باتوں سے اللہ تعالی نے -بغیر بولے ہوئے- خاموشی اختیار کی تو ان کی کھوج میں نہ پڑو: ”فلاتبحثوا عنها“ (کتاب الرضاع، حدیث نمبر ۴۲۰) ایک اور روایت میں ہے کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے عافیت ہے، اس کو قبول کرو: ”فهو عافية فاقبلوا من الله عافيته“ (سنن بيهقي، باب من لم يذكر تحريم، حديث نمبر: ۱۹۵۰۸) نیز حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد منقول ہے: ”وما سكت عنه فهو مما عفى عنه“ (ابن عدی فی الکامل: ۱۵/۷) غرض کہ اللہ تعالی نے جن امور میں کوئی تحدید نہیں رکھی ہے، ان کے بارے میں شریعت کا منشاء ہی یہی ہے کہ اس میں دونوں طرح کے عمل کی آزادی ہو، کسی خاص جہت کی پابندی نہ ہو؛ لیکن بعض دفعہ غلو پسند طبیعتیں ایسے مسائل میں تحدید وتنقید کے لئے کوشاں ہوتی ہیں، جو دین کے مزاج کے خلاف ہے۔

دوسرے: جس بات کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، وہ ہے آداب اختلاف کو ملحوظ رکھنا، کتاب و سنت میں بعض احکام اس طور پر بیان کئے گئے ہیں کہ ان کا مفہوم بالکل واضح ہے؛ اسی لئے ان سے مستنبط ہونے والے اعتقادی وعملی احکام پر امت کا اجماع پایا جاتا ہے، اس سے وہی شخص اختلاف کرسکتا ہے، جس کی طبیعت میں زیغ وکجی ہو، اور جو اسلام کے خلاف کھل کر بولنے کی ہمت نہ پاتا ہو، اس لئے دور از کار احتمال پیدا کر کے اپنی بات کہتا ہو؛ لیکن دوسرے ایسی نصوص بھی بے شمار ہیں جن میں بجا طور ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال ہے، اور متکلمین ہوں یا فقہاء، انہوں نے پورے اخلاص کے ساتھ اس کی حقیقت تک پہونچنے کی کوشش کی ہے، ان میں سے کوئی بھی رائے زیغ وضلال نہیں ہے؛ بلکہ بعض اہل علم کے نزدیک دونوں صائب ہیں، اور بعضوں کے نزدیک زیادہ سے زیادہ خطا وصواب کا احتمال ہے، اور صائب وخاطی دونوں ہی ماجور ہیں اور جب اس رائے کو پیش کرنے والے مستحق اجر ہیں تو ان پر عمل کرنے والے کیوں نہ مستحق اجر ہوں گے، اسی طرح بعض ایسے مسائل بھی ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سے زیادہ طریقے نقل کئے گئے ہیں، اگر ان دونوں میں تطبیق ممکن نہ ہو تو فقہاء ایک کو ناسخ یا راجح، اور دوسرے کو منسوخ یا مرجوح

قرار دیتے ہیں۔اور اگر دونوں میں کوئی تضاد نہ ہو تو یہ اختلاف نہیں؛ بلکہ تنوع ہے،اور زیادہ تر اختلاف کی یہی نوعیت پائی جاتی ہے۔

اختلاف رائے عہد صحابہ سے رہا ہے،اور فروعی مسائل ہی میں نہیں اعتقادی مسائل میں بھی رہا ہے،اہل سنت والجماعت میں اشاعرہ بھی ہیں،ماتریدیہ بھی ہیں اور محدثین بھی،ان کے درمیان کبھی نوک جھونک بھی ہوتی رہی ہے،ماہرین اسماء رجال کی جرح وتعدیل پر بھی اس کے اثرات پڑے ہیں؛لیکن ہمیشہ سے ہی بحیثیت مجموعی ان سب کو اہل سنت والجماعت کا حصہ سمجھا گیا اور انہیں حق پر باور کیا گیا،کبھی ایک نے دوسرے کو ضال ومضل نہیں ٹھرایا؛یہاں تک کہ جو اساطین امت گذر چکے ہیں ان پر بھی فرد جرم قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اسی طرح فقہی اختلافات میں بھی ایسے جوش وجذبہ کا مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ گویا یہ مسائل مدار نجات ہیں،دین کے بجائے مسلک کی طرف اور''اقامت صلوٰۃ'' کے بجائے ''کیفیت صلوٰۃ'' کی طرف دعوت دی جارہی ہے،اس کا رنگ ہماری درسگاہوں پر بھی چڑھ رہا ہے،اور نوجوان فضلاء میں یہ خیال پروان چڑھ رہا ہے کہ جب تک اختلاف رکھنے والوں کو کفر وضلال تک نہ پہونچادیں،بحث کا کیا لطف ہے؟اور مسائل فقہیہ میں بھی جب تک یہ ثابت نہ کردکھائیں کہ دوسرے فریق کا ہاتھ بالکل خالی ہے،اور اس کا موقف بلا دلیل ہے،کیا علمی وزن قائم ہوگا؟

یہ سوچ اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ تمام لوگ ان کی رائے پر جمع ہو جائیں؛حالانکہ سلف صالحین نے قرآن وسنت کے دائرے میں رہتے ہوئے اختلاف رائے کو کبھی برا نہیں سمجھا،اس سلسلہ میں تاریخ اسلام کی دو ایسی شخصیتیں جو علم وفضل اور ورع وتقویٰ کے اعتبار سے امت میں مسلم حیثیت رکھتی تھیں کا اسوہ قابل تقلید ہے —— ایک:حضرت بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اور دوسرے امام مالک علیہ الرحمۃ حُمید طویل نے حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ تمام لوگوں کو ایک رائے پر جمع کردیتے ''**لو جمعت الناس علی شئ**'' حضرت عبداللہ بن عمر علیہ الرحمۃ نے فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اختلاف رائے کو ختم کردیا جائے:''**مایسرنی انھم لم یختلفوا**'' پھر آپ نے تمام شہروں کو ہدایات بھیجیں کہ ہر جگہ وہاں کے فقہاء کی آراء پر عمل کیا جائے (**سنن دارمی،باب اختلاف الفقھاء ۱/۱۵۱**:) دوسری مثال امام مالک علیہ الرحمۃ کی ہے،جن سے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں میں اختلاف باقی نہ رہے،اس لئے میں آپ کی کتاب ''**مؤطا امام مالک**'' کے نسخے تیار کرکے

ہر شہر کو بھیج دوں اور حکم جاری کردوں کہ تمام لوگ اسی کتاب کے مطابق عمل کریں، اور اس کے علاوہ جو دوسری رائے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے: **آمرهم أن يعملوا بما فيها ويدعوا ما سواذالك** (سیر اعلام النبلاء :۸/۷۸) لیکن امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس سے منع فرمادیا کہ مختلف جگہ مختلف حدیثیں پہونچی ہیں، اور مختلف فقہاء کی مختلف آرا ہیں، لوگوں کو ان آراء کے چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے؛ بعض کتابوں میں مہدی اور بعض کتابوں میں ہارون رشید کا بھی ذکر آیا ہے؛ اس لئے خیال ہوتا ہے کہ غالباً تین تین عباسی خلفاء نے امام مالک علیہ الرحمۃ سے اس کی درخواست کی اور امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس سے انکار کیا، اس سے جہاں امام مالک علیہ الرحمۃ کے ورع وخشیت کا اظہار ہوتا ہے، وہیں یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اختلاف رائے کے باقی رہنے کو امت کے لئے بہتر سمجھتے تھے؛ چناچہ بعض ناقلین نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے: ”**ان اختلاف العلماء رحمة الله على هذه الامة**“ (کشف الخلفاء للعجلونی: ۱/۶۵)

اسی لئے متعدد اہل علم سے یہ بات منقول ہے کہ انہیں صحابہ کے درمیان اختلاف رائے سے خوشی ہوتی تھی نہ کہ رنج، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حفید سعید یکے از فقہاء سبعہ، امام قاسم بن محمد علیہ الرحمۃ کہتے تھے: ”**لقد نفع الله باختلاف اصحاب النبی ﷺ فی اعمالهم، لايعمل العامل بعمل رجل منهم الا رأی انه فی سعة، ورأی ان خيرا منه قد عمله**“ (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر: ۲/۸۰) اسی طرح کی بات خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ سے منقول ہے (جامع بیان العلم وفضلہ لا بن عبدالبر: ۲/۸۰) علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ نے نقل کیا ہے کہ ایک صاحب نے فقہاء کے اختلاف کو جمع کیا اور اس کا نام ”کتاب الاختلاف“ رکھا تو امام احمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس کا نام ”کتاب الاختلاف“ نہ رکھو اس لئے علامہ ابن قدامہ مقدسی علیہ الرحمۃ کا یہ فقرہ **اتفاقهم حجة قاطعة واختلافهم رحمة واسعة** (المغنی: ۱/۲۹) سلف صالحین کے یہاں گویا ضرب المثل بن گیا، اختلاف صحابہ کی اہمیت صرف اسی بنیاد پر نہیں ہے کہ اس سے اختلاف رائے کا جواز معلوم ہوتا ہے؛ بلکہ اس کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اہل سنت والجماعت میں جتنے فقہاء ومجتہدین گذرے ہیں، ان سب کے اقوال کسی نہ کسی صحابی کے فتوے پر مبنی ہوتے ہیں، شائد و بائد کوئی قول ایسا ہو جو اقوال صحابہ سے باہر ہو؛ اس لئے اختلاف صحابہ اختلاف ائمہ کو شامل ہے، غرض کہ اختلاف رائے کو برا نہیں سمجھنا چاہئے، دوسری رائے رکھنے والوں کی نیت پر حملہ نہیں کرنا چاہئے، نیز لوگوں کو دین کی طرف دعوت دی جانی چاہئے، اپنے مسلک ومشرب کو دلائل و براہین کے ساتھ

بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں تاہم دعوت مسلک کی نہ ہونی چاہئے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ اختلاف رائے باہمی تنافر کا سبب نہ بن جائے، اور ایک دوسرے کے راستے میں رکاوٹ نہ بن جائے، سلف صالحین کا یہی طریقہ کار رہا ہے، علامہ ابن عبد البر علیہ الرحمۃ نے خود اپنے استاذ عبد الملک بن ہاشم علیہ الرحمۃ کا وقعہ نقل کیا ہے کہ وہ نماز میں "**عند کل خفض و رفع**" رفع یدین کے قائل تھے، جیسا کہ مؤطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر علیہ الرحمۃ سے منقول ہے؛ لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے، علامہ ابن عبد البر علیہ الرحمۃ نے جب اپنے استاذ سے اس کے بارے میں پوچھا کہ آپ خود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے تو فرمایا کہ یہاں کے مسلمانوں کا اس پر عمل نہیں ہے اور مسلمانوں کے اجتماعی عمل کی مخالفت سلف کا طریقہ نہیں رہا ہے: "**مخالفه الجماعة فيما ابيح لنا ليست من شم الأئمة**(الاستذکار: ۲/۱۲۴)——— گویا ایسا عمل نہیں کرنا چاہئے جو عام مسلمانوں کے لئے اختلاف وانتشار کا سبب ہو، سوائے اس کے کہ کوئی بات خلاف شریعت ہو؛ یہاں تک کہ علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اگر کہیں مسلمانوں کا کسی بات پر عمل نہ ہو؛ کیونکہ وہ اس کے قائل نہیں ہوں، اور دوسرا شخص اس کو مستحب سمجھتا ہو تو اس دوسرے شخص کے لئے وہاں اس کا ترک کر دینا بہتر ہے؛ کیونکہ ایک مسلمان کی تالیف قلب اس طرح کے مستحبات پر عمل کرنے سے بڑھ کر ہے: **لأن مصلحة التأليف فى الدين أعظم من مصلحة فعل مثل هٰذا**"

(مجموعه الفتاوىٰ: ۲۲: ۴۰۶/۴۰۷)

ابن عبد البر علیہ الرحمۃ ہی نے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ اور علی بن المدینی علیہ الرحمۃ کے درمیان ایک مسئلہ پر بحث ہوئی، اور بحث ایسی ہوئی کہ دونوں طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں، مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ آپس میں بدمزگی پیدا ہو جائے گی؛ لیکن علی بن المدینی علیہ الرحمۃ واپس جانے لگے تو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے اس درجہ احترام کا معاملہ کیا کہ ان کی رکاب تھام لی (جامع بیان العلم الخ: ۲/۱۰۷) یعنی اختلاف رائے نے باہمی احترام اور قدردانی میں کمی پیدا نہیں کی، یونس صدفی امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں، ایک دن ایک مسئلہ میں استاذ سے خوب بحث ہوئی، پھر جب اگلی ملاقات ہوئی تو امام شافعی علیہ الرحمۃ نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا کیا یہ بات بہتر نہ ہوگی کہ ہم بھائی بھائی بن کر رہیں، چاہے ایک مسئلہ میں بھی ہمارے درمیان اتفاق پیدا نہ ہو سکے: "**الا يستقيم أن تكون اخواناً وان لم نتفق فى مسألة**" (**سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۱۶**)

اختلاف کے باوجود باہمی احترام وتوقیر کا معاملہ صرف انہیں گروہوں کے درمیان نہیں رہا ہے، جن سے فروعی احکام میں اختلاف ہے؛ بلکہ ان لوگوں کے درمیان بھی رہا ہے جن سے اعتقادی مسائل میں

اختلاف تھا، مثلاً: سب جانتے ہیں کہ علامہ راغب اصفہانی معتزلی تھے، جار اللہ زمخشری نہ صرف معتزلی تھے؛ بلکہ انہوں نے اپنی تفسیر ''الکشاف'' میں اہل سنت پر تنقید کرنے میں کوئی رعایت روا نہیں رکھی ہے، لیکن ان سب کے باوجود علماء اہل سنت نے ہمیشہ قرآن کے مفردات اور قرآن کی بلاغت کے سلسلہ میں ان اہل علم سے استفادہ بھی کیا ہے اور بہت بلند الفاظ میں ان کی تعریف و تحسین بھی کی ہے؛ یہاں تک کہ ''جار اللہ'' جو کثرتِ عبادت اور مسجد میں بہت زیادہ حاضری کی وجہ سے علامہ زمخشری کا لقب پڑ گیا تھا، اسی لقب کے ساتھ علماء اہل سنت نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے، اہل علم کی یہی شان ہے، اور اس کو تو قرآن مجید نے دشمنان اسلام کے ساتھ بھی برتنے کا حکم دیا ہے: ''لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا'' (آل عمران)

اعداء اسلام اس وقت چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیں، عام مسلمانوں میں لسانی و علاقائی اختلاف کو ابھارا جائے؛ اس لئے ہمارا طریقہ کار یہ ہونا چاہئے کہ ہم دین کے مفاد کو مسلک کے مفاد پر مقدم رکھیں، اختلافی مسائل میں ہم جس رائے کو درست سمجھتے ہیں، اس پر قائم رہیں؛ لیکن دوسری آرا کے بارے میں مناظرانہ رنگ اختیار کرنے کے بجائے ہمارا لب و لہجہ نرم ہو، نصح و خیر خواہی کا ہو، اعتدال و انصاف پر مبنی ہو، بے احترامی و بے توقیری نہ ہو، اور کسی کی نیت پر حملہ نہ ہو، جیسے ہم یہ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ جو نقطۂ نظر ہمارے خیال میں بہتر ہے ہمیں اس پر عمل کرنے کا حق ہے، یا جس شخصیت کی رائے کو زیادہ قابل قبول سمجھتے ہیں ان کی رائے پر عمل کریں اسی طرح دوسروں کی آرا کی اہمیت کو بھی تسلیم کیا جائے، اور ان کو بھی اس کا حق دیا جائے، اس طرح ہم اختلاف کی شدت کو کم کر سکتے ہیں، اور اسلامی اخوت کے جذبہ کو پروان چڑھا سکتے ہیں، اس صورت حال کی اصلاح کے لئے مدارس کو خصوصی قدم اٹھانا چاہئے اور اسباب اختلاف اور آداب اختلاف پر کتابیں داخل نصاب کی جانی چاہئیں؛ تاکہ ناپختہ ذہن طلبہ اس حقیقت کو سمجھ سکیں کہ حدیث و فقہ کی کتابوں میں علماء سلف کے درمیان جن اختلافات کا تذکرہ ہے ان کا مقصد صرف تحقیق ہے نہ کہ کسی کو افضل و مفضول ثابت کرنا، اس میں تمام رائیں معتبر اور دلائل پر مبنی ہیں، اور پورے خلوص کے ساتھ یہ رائیں قائم کی گئی ہیں، اختلاف رائے کے باوجود کسی کی بے توقیری اور بے احترامی درست نہیں، اور ان کے ذہن میں یہ بات مستحضر ہو کہ خود انہوں نے جو رائے قائم کی ہے اس میں بھی خطا کا احتمال موجود ہے، شاید اس مقصد کے لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی ''الانصاف'' اور ممتاز محدث

شیخ محمد محمد عوامہ حفظہ اللہ کی ''أدب الاختلاف فی العلم و الدین'' موزوں ثابت ہو۔

حضرات!

امت کے باہمی اختلافی مسائل میں غلو کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ ہماری توجہ اس محاذ سے ہٹ جاتی ہے، جو بیرونی دشمنوں نے کھول رکھا ہے، آج مغرب سے مشرق تک مسلمانوں کو رسوا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ،قرآن و حدیث پر ،احکام شریعت کے مآخذ پر ،آیات جہاد پر، سیرت نبوی پر، صحابہ پر، اسلامی تاریخ پر، مسلمانوں کے معتقدات پر، اسلام کے عائلی قوانین پر، سیاسی و معاشی نظام پر، تعزیری قوانین پر ،غرض کہ شریعت اسلامی کے تمام پہلوؤں پر اعتراضات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، جو اسلام کی دعوت و اشاعت میں رکاوٹ ہے، جس کے ذریعہ مسلمانوں کی نئی نسل کے دلوں میں شکوک وشبہات کے کانٹے بوئے جارہے ہیں، عالم اسلام میں ایک ایسی نسل پیدا کی جارہی ہے جو نفاق کی پروردہ ہے، اور جو کھلے دشمن سے بڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہے ،ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء اس محاذ پر توجہ دیں اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو اس راہ میں صرف کریں۔ ہندوستان میں دو اہم تاریخی درسگاہیں وجود میں آئیں ،ایک: دارالعلوم دیوبند، جس کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ ہیں، دوسرا: ندوۃ العلماء، جس کے مؤسس حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری علیہ الرحمہ ہیں، مزاج و مذاق اور مشرب و منہج کے اعتبار سے ہندوستان کے مدارس و علماء انہیں دونوں درسگاہوں سے وابستہ ہیں، غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کی زندگی بھر کی کاوشوں کا اصل میدان آریہ سماجی اور عیسائی فتنہ کا تعاقب تھا، اہل قبلہ میں سے انہوں نے صرف روافض کے خلاف قلم اٹھایا اور وہ بھی کمال نصح و خیر خواہی کے ساتھ ،اور حضرت مونگیری علیہ الرحمہ نے اپنی تمام جد و جہد کا ہدف رد عیسائیت اور رد قادیانیت کو بنایا، یعنی ان دونوں بزرگوں نے خارجی فتنوں کو اپنے سامنے رکھا؛ لیکن افسوس کہ آج اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں اور داخلی اختلافات ہماری کوششوں کا محور ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے دشمنوں نے ہمیں ایک منصوبہ کے تحت الجھا کر رکھ دیا ہے۔

علماء کرام!

ہندوستان میں یہ وقت ہمارے لئے امتحان و آزمائش کا ہے، مدارس پر، دینی اداروں پر، علماء اور

مذہبی شخصیتوں پر، اور دین دار نوجوانوں پر گھیرے تنگ کئے جا رہے ہیں، ان پر بے ثبوت دہشت گردی کے الزامات لگائے جاتے ہیں، انہیں ملک کی سالمیت کے لئے خطرہ قرار دیا جاتا ہے، اور مختلف پہلوؤں سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، دوسری طرف تحریص وترغیب کے دام بچھائے جاتے ہیں، کبھی مدارس کے اساتذہ کو تنخواہوں کی پیش کش کی جاتی ہے، کبھی مساجد کے ائمہ کو تنخواہوں کی لالچ دی جاتی ہے، یہ دوسری آزمائش پہلی آزمائش سے بڑھ کر ہے، مقصد دونوں کا ایک ہی ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کے مذہبی رہنما ہیں اور جن اداروں کی حیثیت دین کے سرچشموں کی ہے، انہیں یا تو خوف زدہ کر دیا جائے یا انہیں خرید لیا جائے، جو ترغیب وتحریص کے ذریعہ غلام بنائے جا سکتے ہوں ان کو سونے کی زنجیر پہنا کر اپنا غلام بنا لیا جائے، اور جن پر تحریص کا اثر نہیں ہوتا، ان کے قدموں میں لوہے کی زنجیر ڈال دی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے اور اہل مغرب کے درمیان ایک دور صلیبی جنگوں کا رہا ہے، جو روایتی ہتھیاروں کی جنگ تھی، جو مسلمانوں کی فتح پر اختتام پذیر ہوئی، پھر ایک دور مغربی استعماریت کا آیا، جس میں عالم عرب کا ایک بڑا حصہ مغرب کے زیر اقتدار چلا گیا اور مغربی طاقتوں نے زر وزمین کو فتح کرنے پر اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک ایسے نظام تعلیم کو رواج دیا، جو مسلمانوں کو اسلام کے تئیں شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو جائے، اور پوری دنیا میں مغربی ثقافت کو ایک عالمی تہذیب کی حیثیت سے ابھارنے کی بھرپور کوشش کی گئی، اور بڑی حد تک وہ ان مقاصد میں کامیاب بھی رہے؛ لیکن ایک قوم کا دوسری قوم پر مالک اور فرمانروا کی حیثیت سے مسلط رہنا غیر فطری بات ہے؛ اس لئے سیاسی غلامی کی زنجیریں کٹتی گئیں؛ مگر مغرب نے اپنے فکری وثقافتی غلامی کی جو تخم بوئی تھی وہ پروان چڑھتی گئی، دنیا میں کسی اور مذہب کے اندر اس فکری اور ثقافتی استعماریت کے خلاف نبرد آزما ہونے کی صلاحیت نہیں ہے، اگر یہ صلاحیت ہے تو صرف اسلام اور مسلمانوں کے اندر ہے، جسے اللہ تعالی کے فیصلے کے مطابق قیامت تک باقی رہنا ہے۔ غور کیا جائے تو مسلم معاشرہ میں اسلام کے بنیادی طور پر تین سرچشمے تھے: اسلامی حکومتیں، علماء اور ان کی درسگاہیں، اور مسجدیں، مسلم حکومتیں اب پوری طرح مغرب کے سامنے سربسجود ہو چکی ہیں، وہ اپنی عوام کے بادشاہ ہیں، اور مغرب کے غلام؛ لہذا اب مساجد اور مدارس باقی رہ گئے، اسلام کے دشمنوں نے اس رمز کو پا لیا ہے کہ یہ مسلمانوں کی شہ رگ ہیں، اگر ہم نے ان کو قابو میں کر لیا تو پھر ہماری کوششوں میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ جائے گی؛ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل علم اس دوررس سازش کو محسوس کریں اور نقش

دیوار کو پڑھیں کہ جس حکومت کو ہزاروں مسلمانوں کا قتل ذرا بھی بےچین نہیں کرتا، جن کو مسلمانوں کی معاشی پستی تعلیمی پسماندگی اور سیاسی محرومی کا ذرا بھی احساس نہیں؛ یہاں تک کہ اقلیت کے لئے جو فنڈ منظور کیا جاتا ہے، وہ پورا کا پورا یا اس کا غالب حصہ واپس ہو جاتا ہے، اسے ہمارے مساجد و مدارس کی فکر کیوں بےقرار کرتی ہے؟ ہم میں سے بہتوں نے حلب کے محدث شیخ سعید حلبی کا واقعہ پڑھا ہے کہ انہوں نے حاکم وقت ابراہیم پاشا بن محمد علی کے آنے پر اپنے پاؤں نہیں سمیٹے، پھر اسی حاکم کی طرف سے دینار کی تھیلی آئی تو قبول کرنے سے معذرت کی اور فرمایا: ''**یمدر جلیه من لا یمدیدیه**'' ——— یہ فقرہ اس لائق ہے کہ موجودہ حالات میں علماء اس کو آب زر سے لکھ کر زینت دیوار بنائیں اور طمع وحرص کی راہ سے جو ابتلاء آ رہی ہے، اس میں اپنے آپ کو ثابت قدم رکھیں۔

☆☆☆

(صفحہ ۴ کا بقیہ) یہاں آتے ہیں —— اور یہ عاجز اپنے ذمّے فی الوقت سب سے بڑا فریضہ یہ سمجھتا ہے کہ ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی جائے، اور اپنے اساتذہ کرام اور اپنے بزرگوں سے جو دولفظ اس کو ملے ہیں، اور کم از کم گزشتہ چالیس سال کے تجربوں، غلطیوں، مطالعہ، مشاہدہ اور غور وفکر سے جو کچھ اس نے سیکھا ہے اس کو اس نسل کے ان علماء تک اپنی حقیر سی بساط کے مطابق منتقل کردے جو اتنی طلب کے ساتھ اس عاجز کے پاس آکر پڑ گئے ہیں۔ دوسرا ادارہ دارالعلوم امام ربانیؒ ہے، یہ ایک ننھا سا پودا ہے، عام مدارس کی بہ نسبت اس میں طلبہ اور اساتذہ پر بوجھ بھی زیادہ ڈالا گیا ہے، اس لئے سخت ضرورت ہے کہ اس کی جانب بھی بھرپور توجہ دی جائے تاکہ اس کا تعلیمی معیار بھی بلند رہے اور اس کے ایک ایک استاذ اور طالب علم کے مزاج پر دینی رنگ کا غلبہ رہے —— شاید آگے چل کر یہ نوخیز ادارہ ایک اہم دینی وملی ضرورت کو پورا کرسکے۔

دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ ملک کے طول وعرض سے محبت رکھنے والے احباب اس عاجز کو اپنے علاقے میں آنے اور وہاں کے عوام وخواص کے سامنے کچھ دینی باتیں کہنے کے لئے دعوت دیتے رہتے ہیں۔ گذشتہ سال کا حال یہ رہا ہے کہ باوجودیکہ بہت سے حضرات سے معذرت ہی کی گئی تاہم جو سفر کرنے پڑے وہ بھی اتنے تھے کہ ان کی وجہ سے یہاں کے کاموں پر خاصا اثر پڑا۔

لہذا اس تحریر کے ذریعہ یہ عاجز اپنے تمام اہل تعلق سے گذارش کرتا ہے کہ خدارا ان کاموں کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں جو محض اللہ کی توفیق سے اور میرے اکابر کی دعاؤں اور نسبت کے طفیل یہاں جاری ہیں۔ اور اس کمزور وناتواں سے زیادہ اسفار کرنے پر اصرار نہ کریں۔ یقین مانیں اگر آپ اس عاجز کو یہاں رہ کر خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقع دیں گے تو انشاء اللہ اس صورت میں نفع کی زیادہ امید ہے۔

بعض مقامات کے احباب نے اس عاجز کی گذارش پر اس کو اپنے یہاں بلانے کے بجائے یہ راستہ اختیار کیا کہ یہاں دو تین دن قیام کے ارادہ سے اپنے علاقے کے خواص وعوام کو لیکر آنے کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں یہ شکل زیادہ مفید نظر آئی۔ اور آنے والوں کی زندگیوں میں زیادہ تبدیلی محسوس ہوئی۔

یہ عاجز اپنی اوقات جانتا ہے۔ سفر ہو یا حضر اگر اس ناکارہ سے کوئی کام بھی ہوجاتا ہے تو وہ واللہ اس قادر مطلق کی قدرت کی ہی کی ایک اور دلیل ہے جس کی شان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ مردہ وجود سے بھی زندگی کی تخلیق کردیتا ہے۔ اس لئے محترم قارئین سے مذکورہ بالا گذارش کے علاوہ حسن توفیق اور اخلاص وقبولیت کے لئے دعاؤں کا بھی سائل ہے کہ عمر کے ۵۹ سال گذر چکے ہیں اور ایک بھی اچھا عمل اپنی جھولی میں نہیں ہے۔ اپنی دعاؤں میں اگر آپ اس ناکارہ کو بھی یاد کرلیں گے تو آپ کا احسان ہوگا۔ واجرکم علی اللہ

مدیر الفرقان

ترتیب وپیشکش: عبدالعلیم

معروضات نعمانی

[کافی عرصہ سے اس عاجز کے متعدد رفقاء واحباب کی یہ فرمائش رہی کہ سفر وحضر میں مختلف حضرات سے گفتگو کے دوران بعض اہم موضوعات پر جو باتیں یہ ہیچمداں عرض کرتا ہے ان کو بھی وقتاً فوقتاً الفرقان میں شائع ہونا چاہئے، تاہم چونکہ مجھے اس سلسلہ میں کبھی انشراح نہیں ہوا اسلئے ابھی تک یہ سلسلہ شروع نہیں کیا گیا۔ حال ہی میں کچھ بڑے اہل علم نے اس عاجز سے ایسے تاکیدی انداز میں فرمایا کہ مجھے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ذیل میں چند متفرق معروضات جنہیں عزیز القدر مولوی عبدالعلیم نے رکارڈ اور اپنی ڈائری کی مدد سے قلمبند کیا پیش کئے جارہے ہیں خدا کرے کہ یہ سلسلہ مفید ثابت ہو ——— مدیر]

جنوبی افریقہ کے بعض ممتاز اہل علم نے اس افسوس ناک صورت حال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ ہمارے یہاں بعض حضرات بہت زیادہ جمود اور تنگ نظری میں مبتلا ہیں، یہاں تک کہ خود اپنے ہی حلقے کے متعدد علماء جو باوجود اپنی دینی وعلمی استقامت کے ان کے غیر معتدل طرز فکر سے اتفاق نہیں رکھتے ان کی طرف سے مستقل طور پر طعن وتشنیع بلکہ تکفیر وتضلیل کے حملوں کا ہدف بنے رہتے ہیں، یہ جاننے کی خواہش ظاہر کی کہ اس صورت حال سے کیسے نپٹا جائے؟ اس پر حضرت نے فرمایا:

ہوسکتا ہے کہ آپ کے یہاں یہ مسئلہ کوئی خاص سنگین نوعیت اختیار کر گیا ہو جیسا کہ آپ کی بات سے اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ کم وبیش کے فرق کے ساتھ پوری ملت اسلامیہ اس مسئلہ سے دوچار ہے۔ ہمارے زمانہ میں اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس ذوق ومزاج کے علماء کی ضرورت ہے مطلوبہ تعداد میں ہم اس ذوق ومزاج کے علماء کو تیار نہیں کر پارہے ہیں، اور ہم خود اپنے ہی اکابر واسلاف کے ذوق ومشرب اور ان کے طرز عمل سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ کوئی بھی باخبر شخص اس حقیقت کا انکار نہیں کرسکتا کہ جن اکابر

اہل علم کی طرف ہم اپنی نسبت کرتے ہیں وہ ایک طرف تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہتے تھے،۔ سلف صالح کی تحقیقات سے بھرپور استفادہ کرتے تھے اپنے مشائخ کا بیحد احترام اور عقیدت ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے، اور ان کے مزاج میں اتنی علمی پختگی اور حق پر اتنا تصلّب ہوتا تھا کہ کوئی ان پر صلح کل اور دین میں مداہنت وغیرہ کا الزام ہرگز نہیں لگا سکتا تھا۔ مگر اس تصلّب اور پختگی کے باوجود دوسرے نقطۂ نظر اور دوسرے ذوق ومزاج والوں کے ساتھ تعامُل میں اسلامی قدروں اور علمی وقار ومتانت کے تقاضوں کو بھی ایک لمحہ کے لئے بھی نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ کتاب وسنت اور مسلک اہلسنت والجماعت کو مضبوطی سے تھامے رکھنے، اور دین کو ہر قسم کی تحریف وتبدیلی سے بچائے رکھنے اور اصول وعقائد کے سلسلہ میں کوئی سمجھوتہ قبول نہ کرنے کے لئے علمائے دیوبند کو خاص امتیاز اور شہرت حاصل ہے، مگر تاریخ گواہ ہے کہ اس حلقے کے بانی ممتاز اور نمائندہ اہل علم نے اپنی اس انفرادیت کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اعتدال اور مہذب و شائستہ طرز گفتگو کا رویہ اپنائے رکھا، مختلف حلقوں کی طرف سے ان پر سخت سے سخت حملے کئے گئے، ان کی تکفیر کی مہم چلائی گئی، ان کے خلاف فتووں اور پوسٹروں کی بارش ہوتی رہی، مگر انہوں نے کسی کی ذات پر پلٹ کر کوئی حملہ نہیں کیا، صرف اصل مسئلہ کی علمی وضاحت اور وہ بھی نہایت مہذب اور شائستہ انداز میں کرنے کو ہی اپنا فرض سمجھا، بعض اور حلقوں کی طرف سے اتنے رکیک انداز میں حملے تو نہیں ہوتے تھے، مگر قرآن کی تفسیر کے سلسلہ میں ان کا جو طرز مغرب اور مغربی تہذیب کے سلسلہ میں ان کا جو مرعوب اور شکست خوردہ رویہ بارہا سامنے آتا تھا، یہ علماء اس سے تو اپنے اختلاف کا اظہار کرتے تھے، تاہم کسی کی نیت یا ذاتیات پر کوئی بھی حملہ کرنے سے مکمل طور پر گریز کرتے تھے بلکہ ایسے اشارے دیتے تھے کہ وہ ان کے بعض افکار سے شدید علمی اختلاف کے باوجود ان کی شخصیت اور ان کے جذبات کا احترام کرتے ہیں اور ان کی نیت اور مقاصد کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں۔ حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، اور حضرت تھانوی کے نہ جانے کتنے واقعات اس سلسلہ میں یاد کئے جاسکتے ہیں——

میرا خیال یہ ہے کہ ضرورت ہے کہ ہم ازسرنو اپنے حلقے کے اصل اکابر کے مسلک ومشرب اور طرز عمل کا گہرائی اور تفصیل سے مطالعہ کریں اور اپنے عزیز طلبہ کو اس سے اچھی طرح آگاہ کرائیں—— ورنہ اس دور میں دین کی حفاظت اور امت کی وحدت دونوں کے تقاضوں کو بیک وقت ملحوظ رکھنا ممکن نہیں ہوگا۔

ہمیں ہمارے بزرگوں نے اپنے اکابر کے اس مخصوص ذوق ومزاج سے متعارف کراتے ہوئے

مسلم لیگ کے ساتھ حضرت تھانوی کے حلقے کے تعاون، کانگریس کے ساتھ حضرت مدنی کا اشتراک وتعاون اور تحریک خلافت میں مختلف حلقوں کی شرکت کی مثالیں تو دی ہی تھیں، ہم لوگوں نے خود اپنی زندگی میں اپنے ملک میں اکابر علماء دیوبند کا جو مزاج اور طرز عمل دیکھا ہے اس میں بھی ہمارے لئے رہنمائی کا بہت سامان ہے —— بیسویں صدی کی ساتویں دہائی کے شروع میں مشرقی پاکستان کے محاذ پر اس وقت کی ہندوستانی وزیر اعظم اندرا گاندھی کو جو فتح حاصل ہوئی تھی، اس کی وجہ سے وہ خاص قسم کے نشۂ قوت میں مبتلا ہوگئی تھی، اور ہندوستان میں اسلامی وجود کو بھی ختم کرڈالنے کے ارادے اس کے سر میں سما گئے تھے، اس وقت اس نے ایک حملہ مسلم پرسنل لا پر کرنے کا پلان بنایا تھا، شائد اس وقت اس مسئلہ کی سنگینی کو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ شدت سے علماء دیوبند نے ہی محسوس کیا تھا، جن میں حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی اور ہمارے والد ماجد سرفہرست تھے۔ ان حضرات ہی کی تحریک پر پوری صورت حال پر دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ میں غور ہوا اور وہیں پر طے ہوا کہ اس مسئلہ میں ایک بہت بڑا اجلاس بمبئی میں بلایا جائے، اسی کے نتیجہ میں دسمبر ۷۲ء میں وہ اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں مسلمانوں کے تمام مسلکوں، جماعتوں، تنظیموں کے نمائندوں اور سرکردہ افراد جمع ہوئے، اور وہیں مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل ہوئی۔ اور دنیا جانتی ہے کہ آج تک مسلمانان ہند کے اسلامی تشخص کی حفاظت کے لئے تشکیل دیا گیا یہ ایسا پلیٹ فارم ہے جس میں سب ہی مسلکوں اور مختلف بلکہ متضاد نظریات وعقائد رکھنے والے لوگ جمع ہیں اور انہوں نے اب تک اس روایت کو قائم رکھا ہے کہ اپنے مختلف افکار ونظریات کو ملت کی وحدت اور اسلامی تشخص کی حفاظت کی کوششوں کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیں گے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بورڈ بنیادی طور پر مسلمانانِ ہند کو توفیق الٰہی کی بدولت دارالعلوم دیوبند ہی کے ذریعہ ملا، اور آج تک اسی مسلک سے وابستہ حضرات اس کی قیادت کی ذمے داری اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ —— ہمارے ان علماء کی اس فراست ودانش مندی اور اس کے مفید اثرات کا ہر شخص مشاہدہ کرسکتا ہے بلکہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس کا تذکرہ کرکے اس کے فائدے کو عام کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ ہماری موجودہ نسل کے علماء ہوسکتا ہے کہ دور حاضر کی بحثوں میں الجھ کر انجانے میں اپنے ہی اکابر واسلاف کے طرز عمل سے دور ہوتے چلے جائیں، حالانکہ وہ وہ سمجھ رہے ہوں کہ ہم اپنے بزرگوں کے نقش قدم ہی پر گامزن ہیں —— اسی ضرورت کے احساس کے تحت میں نے اس گفتگو میں ان موضوعات پر اتنی طویل سمع خراشی کی ہے۔۔۔۔

مہمان علماء کرام نے اس تفصیلی گفتگو پر شکریہ ادا کیا اور مزید دریافت کیا کہ یہ جو صورت حال ہے کہ ایسے متعدد لوگ ہیں جو اسلام کا گہرا علم نہیں رکھتے قرآن بھی صحیح تلفظ اور اعراب کے ساتھ پڑھ نہیں سکتے، مگر وہ دنیا بھر میں جا جا کر اور ٹی وی کے چینلوں کے ذریعہ اسلام کی نمائندگی کر رہے ہیں، فتوے دے رہے ہیں اور ہماری نئی اور تعلیم یافتہ نسل دیوانہ وار ان پر ٹوٹ رہی ہے۔ اور اس کی وجہ سے بسا اوقات نوجوانوں کو فائدے سے زیادہ نقصان پہونچتا نظر آرہا ہے، آخر اس فتنہ کا سد باب کیسے کیا جائے؟؟

ہمارے حضرت مدیر الفرقان مدظلہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا:

میرے خیال میں اس صورت حال کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ایک خلا ہے جسے چونکہ یہی لوگ پر کر رہے ہیں اس لئے قوم ان لوگوں کی طرف لپک رہی ہے ضرورت ہے کہ ہم مطلوبہ تعداد میں ایسے علماء تیار کریں جو علم میں رسوخ اور عمل میں صلاح اور نیتوں میں اخلاص کے لحاظ سے تو بالکل قدیم ہوں، مگر اپنی معلومات، طرز تکلم اور طرز استدلال وغیرہ میں پورے جدید بھی ہوں۔ وہ دور حاضر کی نفسیات کو سمجھتے ہوں۔ وہ نوجوانوں سے ان کی زبان میں اور ایسے انداز میں بات کر سکتے ہوں جس سے بات ان کی سمجھ میں آجائے —— افسوس اور فکر کی بات ہے کہ ہم ایسے علماء تیار نہیں کر پا رہے ہیں۔ ادھر عالمی حالات کی وجہ سے نوجوانوں کا رجحان اسلام کی طرف بڑھ رہا ہے —— کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے ایسے طلبہ اور طالبات کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے جو اسلام کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں —— مگر ان کی مجبوری یہ ہے کہ وہ ہماری مولویانہ زبان نہیں سمجھ سکتے —— صرف یہی نہیں بلکہ اس تعلیمی پس منظر کی وجہ سے ان میں سے بہت سے لوگوں کے دل میں ایمان کی بنیادیں ہل چکی ہیں، وہ مغرب کے مزاج اور اس کے طرز فکر سے بیحد متأثر ہیں —— اب اس طبقہ کو سمجھانے کے لئے جس استعداد کے علماء اور داعیوں کی ضرورت ہے ہمیں اس استعداد کے علماء اور داعیوں کو تیار کرنا ہوگا۔ صرف کچھ لوگوں کو برا بھلا کہتے رہنے سے ہمارا اصل مقصد ''نوجوان نسل کا تحفظ اور اس کی صحیح دینی رہنمائی'' حاصل نہیں ہوگا۔

محترم مہمان نے ہمارے حضرت سے ترکی کے تازہ حالات اور ان پر حضرت کے تأثرات کے بارے میں کچھ جاننے کی خواہش کی تو اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا:

مفتی صاحب! ترکی کے تازہ حالات کی وجہ سے اس کے مستقبل کے بارے میں سخت فکر و تشویش

پیدا ہوگئی ہے —— میں کچھ زیادہ باخبر نہیں ہوں لیکن جو کچھ وہاں کے بارے میں جانتا ہوں اس کا یہ پہلو کافی امید افزا محسوس ہوتا تھا کہ وہاں کی حکومت اور عوام کی اکثریت کے درمیان باہمی قدر و اعتماد کا تعلق تھا۔ ترکی کی عظمت رفتہ اور اسلامی کردار کی بحالی کی سمت میں بظاہر حکومت بھی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہی تھی، اور عوام میں بھی اس مقصد لے لئے کام کرنے والے حلقے اور تحریکیں کافی عقل و تدبر کے ساتھ اور راستہ کی مشکلات کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے پیش قدمی کر رہی تھیں اور دونوں کے درمیان مفاہمت اور خاموش تعاون کی فضا تھی —— ان حلقوں میں ایک حلقہ وہ ہے جس کی قیادت فتح اللہ گولان کر رہے ہیں اطلاعات کے مطابق اس تحریک کا ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ پر اور صحافت سے لیکر معیشت تک بلکہ پولیس اور دیگر سرکاری محکموں پر بھی کافی اثر و رسوخ ہے —— حال ہی میں اس حلقے سے وابستہ اداروں و افراد اور حکومت کے درمیان زبردست ٹکراو کا ماحول پیدا ہوگیا تھا، اور آپ نے ترکی کے حالات کے جس تازہ ترین رخ کے بارے میں میرا تاثر جاننا چاہا ہے غالباً اس سے آپ کی مراد اسی ٹکراو کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورت حال ہے، تو واقعہ یہ ہے کہ دوسرے تمام ہی حضرات کی طرح مجھے بھی ان خبروں سے سخت تشویش ہے، ترکی اس لحاظ سے بھی پورے عالم اسلام کے لئے ایک نمونہ بنتا جا رہا تھا کہ حکومت سے ٹکراو کے بغیر نہایت مثبت سوچ کے ساتھ ملک کے خواص کے طبقے کو اسلام سے کس طرح قریب کیا جائے اور خود اقتدار کی کرسیوں پر قبضہ کرنے کے بجائے برسر اقتدار لوگوں تک اسلام کو پہونچانے اور انہی کے ذریعہ معاشرہ میں نظام عدل کے قیام کے مقصد کو کیسے حاصل کیا جائے؟ اس سلسلہ میں خاص طور پر دکھ اور تعجب اس لئے بھی زیادہ ہوتا ہے کہ اس ٹکراو کے دونوں فریق اعتدال اور صلح پسند پالیسی کے حوالے سے عالمی شہرت رکھتے ہیں، ترکی میں جو پارٹی برسر اقتدار ہے اس نے اپنی پوری داخلہ و خارجہ پالیسی، رواداری، صلح پسندی اور ہر اختلاف کو براہ راست گفتگو کے ذریعہ حل کرنے کے اصولوں پر استوار کی ہوئی ہے —— اسی طرح فتح اللہ گولان کی زیر قیادت **''خدمت''** کے نام سے جانا جانے والا جو گروہ سرگرم عمل ہے اس کا بھی زور اسی پر بتایا جاتا ہے کہ ہمیں ہر قیمت پر صبر و تحمل کے ساتھ پر خلوص مصالحانہ انداز اپناتے ہوئے اقوام عالم سے براہ راست گفتگو ہی کے ذریعہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ اس بارے میں ان کا موقف اور طرز عمل اس حد تک جاتا ہوا دکھائی پڑتا ہے کہ بہت سے لوگوں کے لئے ان سے اتفاق کرنا مشکل ہونے لگتا ہے اور بات اسلام کے لئے ان کی وفاداری اور نیت کے بارے میں شکوک تک پہونچ جاتی ہے، مگر اس سب کے باوجود یہ دونوں فریق اپنے باہمی اختلاف کو باہم گفتگو کے

ذریعہ حل کرنے کے بجائے ایک دوسرے سے ٹکرانے کا جو راستہ اختیار کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں اس کی وجہ سے ایک عام مشاہد کو سخت تعجب ہو رہا ہے اور ہر خیر خواہ کے لئے یہ صورت حال بلاشبہ فکر و تشویش کا باعث بھی بنی ہوئی ہے۔

میرے جیسے کم معلومات رکھنے والے کسی شخص کے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کون سی تیسری طاقت ہے جو ان دونوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی اور ترکی کو بھی اسی خانہ جنگی میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہی ہے جو پورے عالم اسلام کا مقدر بنی ہوئی ہے —— کچھ لوگ ایران کی طرف انگلی اٹھا رہے ہیں مگر میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں تو بس یہ سوچتا ہوں کہ جو حضرات اس سلسلہ میں کوئی مصالحانہ کردار ادا کر سکیں اور دونوں فریقوں کو مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر باہمی اختلاف کو دور کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کر سکیں وہ ضرور یہ خدمت انجام دیں —— اس سلسلہ میں ہم سب کو دعاؤں کا بھی خوب اہتمام کرنا چاہئے —— بعد میں حضرت مدیر الفرقان اور محترم مہمان کے مابین اس سلسلہ میں ایک لائحہ عمل پر بھی گفتگو ہوئی)

☆☆☆